کلیدِ لُدنی

علی محمد گلکار عرف کھر

محلہ ملارٹہ متصل جامع مسجد
سرینگر کشمیر

ASL-124	Mirza Arif Naliya Kalam (Kashmiri) 30 pages
ASL-125	Nimaz Mulārjam (with urdu translation) by Abdul Gani Yusufi Sopore Kashmir Quran Mauzil Sopore 64 pages
ASL-126	Ali mohamad Gulkar Khan Malaralle Srinagar 1385 H urdu translation in Kashmiri by Gh. Hasan Sabeela
66-pages	Allied printers Sgr

سوانح عمری

جناب علی محمد صاحب گلکار

آپ کا اصلی نام علی محمد گلکار عرف (خر) - آپ میر محلہ محہ ملار سٹر سری نگر کشمیر متصل جامع مسجد پیدا ہوئے - آپ کی عمر اس وقت تقریباً سٹھتر سال - آپ جناب استاد غلام محمد گلکار عرف (خر) کے صاحبزادے ہیں - آپ کے باپ بڑی محنت و شفقت سے گلکار کا کام کر کے اپنا گذارہ کرتے تھے - آپ تین بھائی اور دو بہنیں تھے - (۱) استاد غلام احمد خر (۲) علی محمد مذکور (۳) استاد حبیب اللہ خر - بڑے بھائی کی عمر تقریباً آٹھ سال تھی جبکہ آپ کے والد بزرگ اس دنیا سے چل بسے - پھر آپ کی پرورش ماں اور دادی سے انجام ہونے لگی - والد کے گذرنے پر خویش راکہ بال تعزیہ پرسی کے لئے آتے جاتے تھے مگر انہوں نے آپ کے ذاتی گذارہ کی طرف کوئی توجہ نہ دیا -

اسی دوران آپ کے بڑے بھائی کو پھوپھی نے بحیثیت پسر پرورده لیا - مگر جلدی ہی واپس اپنے گھر آیا - پھر آپ نے مشترکہ طور مزدوری مشقت کرنی شروع کی اور اپنا گذارہ کرنے لگے - اسی دوران آپ کی ہمشیرہ کو دستہ ستار نے اپنے لڑکے کی نکاح میں لے لی - اور آپ کو

دونوں بھائیوں کے سمیت اپنا گھر لے کر رسومات ختنہ انجام لائے۔ اور ہفتہ گذرنے کے بعد آپ تینوں کو اپنے پدر کے گھر لے گئے۔ اور آپ کے بہنوئی درویشوں اور فقیروں کے ساتھ بود وباش کرتا تھا اور آپ کی ہمشیرہ کا جائیداد جو کہ آپ کے تحویل میں تھا۔ وہ بھی بدوران بچپن آپ کے بہنوئی اپنے گھر لے لیا اور آپ اپنے بھائیوں کے ہمراہ تھوڑا بہت مزدوری کر کے گذارہ کر رہے تھے۔ آپ کے بہنوئی کے لاپروائی کی وجہ سے آپ کی ہمشیرہ کی دیکھ بال و نان نفقہ کا بوجھ آپ کے ذات پر پڑ گیا۔ اور اسی اثناء میں آپ کے بڑے بھائی کا انتقال ہو گیا، اور اس وقت بھی رشتہ داراں و خویش راکر بال تعزیہ پرسش کے لئے ایک طرف آتے اور دوسری طرف جاتے تھے۔ مگر آپکے ذاتی احوال کے متعلق کوئی نہیں پوچھتا تھا۔ آپکے بھائی کے گذرنے کے صدمۂ عظیم سے آپکے ماں اور دادی نے بڑے غم و غصہ کے باوجود آپ کے بھائی کا تابوت اپنے کندھوں پر اٹھا کر قبرستان تک لے گئے۔ چونکہ آپ کے خاندان کا گذارہ معاش آپ کے اسی بھائی پر تھا۔ باوجود کہ آپ نے بڑے صبر و استقلال سے گھر والوں کو بھی صبر کی ہدایت کی۔ اور بذاتِ خود آپ فقیروں، درویشوں کی خدمت میں جاتے تھے اور آستانوں پر بھی حاضری دیتے رہے۔ اور محنت مزدوری کی طرف متوجہ ہو کر لسبر اوقات کرنے لگے۔ اس دوران آپکے پڑوسی اور دیگر احباب بھی آپ کے ساتھ تسلی بخش سلوک کرتے رہے۔ اور خاصکر استاد محمد خضر اور استاد غلام احمد عرف خرٗ نے ذاتی ہمدردی کر کے آپ کو پالا پوسا۔

باوجود آپ فقیروں، درویشوں اور آستانوں پر حاضری دیتے رہے

مگر کافی طلب و تقاضا کے بھی کوئی حقیقت نظر نہ آئی۔ آخر کار جناب میر غلام صاحب اندرابی نے آپ کی ظاہر تربیت کی، اور اس کے علاوہ جو کچھ آپ میں فوقیت نصیب ہوئی وہ صرف نظر عنایت اولیاء اللہ کی ہے۔

آپ محنت مزدوری کرتے رہے اور جو کچھ آپ کماتے تھے وہ اپنی والدہ صاحبہ کے حوالہ کرتے تھے۔ آپ کی والدہ صاحبہ آپ کی بیوی کے سپرد کرتی تھی۔ نتیجہ کے طور سب اخراجات میں قناعت ہوتی تھی۔ اور میاں بیوی اور والدہ خوش اسلوبی سے دن گزارتے تھے۔ شک وغیرہ کی گنجائش کبھی دیکھنے میں نہ آتی تھی۔ اس لئے آپ نے دن بدن ترقی کی۔

آپ ہمیشہ محنت و مزدوری کرنے میں بھی دیانتداری کو پیش نظر رکھتے تھے اور جس کے بدولت آپ کو ایک ٹھیکدار نے کام کی صحیح طور پر انجام دہی کے لئے دو کشتیاں تعمیری لکڑی کے بطور انعام دیئے۔

آپ کی وسعت قلبی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اگر آپ کے ذات یا جائداد پر کوئی شخص قابض بھی ہوا۔ تب بھی آپ اُس شخص سے اس کا بدلہ نہ لیتے تھے بلکہ اُس کو درگزر کرتے تھے۔ اور اگر آپ پر کوئی احسان کرتا تو ہمیشہ اُس کو یاد کرتے اور اُس کا شکر گذار رہتے۔ اگر کسی شخص نے آپ پر ظلم کیا یا دُکھ پہنچایا مگر آپ نے کبھی اُس کی زیادتی کو اپنے زبان پر نہ لایا۔ آپ کا ارشاد ہے کہ ماں باپ کو چاہیئے کہ وہ اپنے بچے کو بچپن میں ہی کام کرنے کی طرف راغب کریں۔ اور اُس میں نیک عادات ڈالنے کی کوشش کریں

بچے کو سدھارنے کے لئے خوف رکھیں۔ بچے کو چار سال تک ماں کے ہی سپرد رکھیں۔ چار سال کے بعد اُس کو ماں باپ کا رعب رکھنا ضروری ہے۔ اسی سے وہ منزلِ مقصود تک پہنچ سکتا ہے۔ بچے کو لاڈ پیار کا ہرگز عادی نہ رکھیں، کیونکہ وہ محبت سے تباہ ہو جاتا ہے۔

آپ عام لوگوں کے لئے وعظ نصیحت فرماتے ہیں کہ جو کوئی کام کسی شخص کو انجام لانا مطلوب ہو، تو اُس کے لئے بتدریج ضروریات آہستہ آہستہ میسّر کر کے کام کو سرانجام دینا چاہیئے۔ مثلاً مکان تعمیر کرنا مطلوب ہو تو پہلے پہل حبقدر پتھر، اینٹ، لکڑی وغیرہ وغیرہ ضرورت ہو تو آہستہ حسب دستور اور حسب استطاعت جمع کر کے سرانجام دیویں۔ ایسا نہ ہو کہ آگ دیکھنے پر کنواں کھودنا پڑے نتیجہ کے طور آدمی مقروض بن جاتا ہے۔ اگر انسان عوام النّاس کو کوئی بھی کام انجام لانا مطلوب ہو، تو آدمی کو چاہیئے کہ وہ اپنے سے ادنی شخص کی طرف دیکھکر اُس کی غربت کو مدنظر رکھ کر خدا کا شکر ادا کرے۔ انسان کو چاہیئے کہ مکانوں میں زیبائش کے لئے رنگ نہ کریں تا کہ کسی وقت اقتصادی حالت خراب ہونے کی وجہ سے اس پر دوبارہ رنگ کرانے کے لئے طاقت نہ رکھتا ہو تو بے رنگ بدزیب ہونے کا احتمال بن جاتا ہے جس کی وجہ سے انسان خلق اللہ کی نظروں میں حقیر بن جاتا ہے۔

انسان کو چاہے کہ جس قدر مالی طاقت رکھتا ہو، یعنی اگر کسی

شخص کو کشمیرہ یا کوئی ایسا اعلیٰ کپڑا پہننے کا طاقت ہو، اُس وقت اُس کو چاہیئے کہ وہ قناعت کو مدنظر رکھکر سو میں نوے فیصدی کمی کرے تاکہ انسان کی زندگی اچھی طرح بسر ہو سکے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ کھانے پینے کے لیئے میٹھی اور قیمتی چیزوں کا عادی نہ بنا چاہیئے تاکہ نہ ملنے پر انسان چوری اور دیگر بُرے ذرایع تلاش کرنے پر مجبور نہ ہو سکے۔ ہر کسی کارندہ یا صاحب خانہ کو چاہیئے کہ جو کچھ اُس کے ذریعۂ کمائی یا دیگر مشقت سے میسّر ہو سکے، تو اُس کو خرچ کرنے کے لئے اپنی بیوی یا والدہ جیسی بھی صورت ہو، کے ہاتھ دے کر مصرف میں لایئں۔ ایسا کرنے سے اِنسان رسومات فضول وغیرہ سے بچ سکتا ہے اور اُن کی ذاتی فرمائشں کی گوش گذاری نہ کرنی پڑے گی۔ بفرض محال اگر بیوی کے پاس سالم جائداد ہو، اگر کسی وقت اُسے کوئی ذاتی مصرف کی ضرورت محسوس بھی ہو، مگر سرمایہ میں کمی نہ کرنے کے لئے وہ بذاتِ خود اپنے خاوند کو مائل کرے گی بلکہ اخراجات میں کمی کرنے کے لئے حامی بھرے گی۔

حدیث شریف میں آیا ہے۔ شرف المکان بالمکین۔ یعنی مکان کو صاحب خانہ سے شرف حاصل ہے۔ مگر آخری "ن" پر زیر کی نشانی لگنے سے معنی بروئے حقیقت مؤنث پر دلالت کرتا ہے نیز اگر چار عقلوں میں تیسرے درجہ کی عقل لیا جائے، تو وہ معنوی ہے۔ وہ بھی مؤنث ہے۔ چار عناصر چوتھی عناصر لوامہ پر دلالت ہے۔ وہ بھی مؤنث ہے۔ لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ وحی اقرب

مِن حبل الوریدِ۔ شریعت کے لحاظ سے حاوی نہیں ہوتا ہے۔
بروئے طریقت ہم اشرف المخلوقات سے لفظ مؤنث دکھانے سے
وَنحن اقرب قرآن پاک سے ثابت کردیں گے۔ اور نفسِ امارہ پر
جب نفس لوامہ قابو پاتا ہے تو انسان حقیقت پر پہنچ سکتا ہے
جب نفس لوامہ بھی مونث ہے تب بھی ثابت ہوتا ہے کہ لفظ
مؤنث ہی کوئی چیز شرف المکان یا لمکین کی طرف اشارہ کرتا ہے۔
لہذا وَنحن اقرب مِن حبل الوریدِ حقیقت کے رُو سے ہماری
رائے میں مؤنث کی طرف اشارہ کرتا ہے ؎

بسم اللہ الرحمن الرحیم ٥
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

الفقر فقری والفخر منی
کتاب ہذا موسوم بہ

کلید لدنی

من تصنیف

جناب علی محمد گلکار عرف کھر ساکنہ سرینگر
محلہ ملارٹہ متصل جامع مسجد
سرینگر کشمیر

المشتہر
محمد عبد اللہ میر ساکنہ موضع کھندورہ تحصیل اسلام آباد کشمیر

غزل از مصنّف کتاب ہذا

دم غنیمت زان نادان غافلو　　چھوی کنی کت پیر باوان کاملو
بوی ہتھو پانس سونا اکھ موی چھو دور　　عشق رہبر مُشک میلت در گلو
کان آدم معنہ چھُوس للاانتہاء　　زانہ غائب پے تمیکو کہ صاحب دِلو
شاہدس نشہ و احدس سپدوی احد　　میم تراوت لامہ الفس گو رلو
گاہ چھو بربسر گاہ میٹہ ڈ یوٹھم برتلو　　گاہ چھو مشتاق گاہ چھو معشوق پانسی
مول خالق کل چھو پیدا ظلّ عرش　　گل چھو محیط رہت چھا وان بلبلو
مست سپدس عین ہستی سیت گوس　　دستِ خالی گوس اصلس واصلو
ہرہ شمس یونہ پرتو زر زرس　　دوٗن اندر مہ شن ہنمنا سرتلو
دراو حضرت آو جبرئیل ہت قرآن　　پائیر بڈ ستد آیہ چھم سایس تلو
وتھ چھ اصلح تت چھ محرم جانباز　　ست چھ وادی کت چھ کنز رچ مکملو
گارہ یِش دربارہ نورے لارہ سوی　　کہارہ دارس پان سپدس صیقلو
کاٗل کُرِم سوختہ یارن مختہ ہار　　زاٗل جامہ نال گیم ہانکلو
نشہ عشقنہ عیشہ مُرت نشرا ونس　　کہش کرِت مشرا وتم مہ شش کلو

آشہ چانے پور علیس گاش آو
ماشہ ماران خوردہ عالم دردلو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

(مصنّف کتاب ھٰذا)

سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو ہر قسم کی نعمتوں میں سے افضل نعمتوں کے ساتھ بخشش اور عطا کی تمام قسموں میں سے سب سے بہترین عطا کے ساتھ اپنے بندوں پر احسان کرنیوالا ہے۔ سارے جہان اور صاحبان عزّت و عظمت کا قایل ہے۔ صاحب عزّت، صاحب جلال و ملکوت و صاحب ثنا ہے اور جو ہر شے و مخلوق کا خالق صفات باطنی کے ساتھ ہر چیز پر قادر ہے یعنی کُل شئی قدیر ہے جو سب سے برتر اور ناظرین کی نظروں میں انوار مجد اقدس و ثنا میں مخفی ہے اور اپنے عشق کے دلِ سوختگان کی بصیرت میں قریب ہے۔ میں باوجود تحقیقات گواہی دیتا ہوں۔ اس کے سوا کوئی اور معبود کائنات کا کارساز نہیں ہے وہ تنہا ہے کوئی اس کا ہمسر نہیں ہے نہ اس کا کوئی شریک ہے، اس کا کوئی ثانی نہیں ہے وہی خدا ہر شے پر محیط ہے۔ سب اللہ ہی کا احاطہ ہے۔

اس کے علاوہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے رسول ہیں جن کو اس نے اپنی رحمت کاملہ سے حق عطا فرما کر تمام خلقت کی ہدایت کے لئے دُنیا میں پیدا کیا، یعنی بھیجا اور انہوں نے اپنے نور کے بدولت گمراہی و غافلی کی ظلمت کو دور کیا اور اپنے اسرار معرفت و

علم وحدت (عالم غیب کی واقفیت) کے باوجود ہر مذہب اور ہر دین چنانچہ یہود، نصاریٰ اور فنا پرست لوگوں کو دارالہدایت میں جگہ دی اور اہل ہدایت کے دلوں کو انوار جواہر دین کی ہدایت روشن کر دیا یعنی اپنے معبود کے مقام رضاء تک پہنچا دیا اور عین الیقین کے عمدہ ترین ذخائر جمع کرنے کی اُن کو صلاحیت بخشی نیز اسرار انبیاء پر ان کو مطلع کر دیا یعنی حدود فانی اور حدود باقی انسان نے کیا تحقیق کیا۔ اور آئندہ کے تمام رموز و اسرار معرفت ظاہری و باطنی پنہاں ہیں کہ کے فنا و بقا کے وادیوں کے راستے ہمارے رہنما ہمارے آقاء نامدار خاتم المرسلین نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فقر کی رو سے صاف کر رکھے ہیں جس کی بدولت اسرار الوہیت اور اسرار معرفت الٰہی اور معاملات غیبی کی آگاہی میں بہت آسانی پیش آئی۔ نیز کفر و شرک کی ظلمت سے نجات کا نور پیش نظر حاصل ہوا اور اسی دین حقیقی کے پیرو کو راہ راست یعنی طریقہ نبیؐ پر چلنے کی بدولت قدیم پیغمبروں کا سا درجہ ملا۔ اور دنیا بھر میں ظاہری، باطنی کمالات سے وارث اور مختار بن گیا۔ کمالات کا مطلب یہ ہے کہ اپنے معبود تک کے منزلوں اور روحانی عالم کی معرفت الست بربکم کے خطاب جو معبود کا وعدہ بندے کے ساتھ عالم ارواح میں باہم ہوا اس مقام تک پہنچنا، نہ کہ جادو سے یا اور کوئی کسب حاصل کرنا۔ غرض ہر ممکن انسان کی تلاش صنعت کا کم ضرورت اور صانع کا زیادہ ضرورت ہے۔

بعد اس کے چونکہ قرآن و حدیث کے بعد کوئی کلام مشائخ عظام

کے کلام سے بڑھکر بہتر و افضل نہیں ہے کیونکہ ان کا کلام حال کا نتیجہ ہوتا ہے نہ کہ حفظ و قال کا۔ اور کہ عیان سے ہوتا ہے نہ کہ بیان سے اسرار سے ہوتا ہے نہ کہ تکرار سے، جوش سے ہوتا ہے نہ کہ کوشش سے اور علم لدنی سے ہوتا ہے نہ کہ علم کسبی سے اور وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ کے وارث ہیں۔ کہ میں اپنے دوران عمر میں بعد از نبی صلعم ان ہی اولیاء کرام بزرگان دین کے کلام کی بدولت اس منزل مقصود تک پہنچ گیا جس کے متعلق میں اپنے چند دوستوں سے صلح لیکر کتاب ہذا بیان کرنے کا عاشق بن گیا اور میرے دل سے یہ خیال غالب آیا کہ میں ہر مذہب ملت کے انسان کو اس معبود کے خالص حد عبادت تک پہنچا دوں گا جو تمام ارض و سما جملہ جاندار ارضی و سماوی کے خالق و حاکم ہے۔ کیونکہ در حیر روحیت میں تمام مخلوق ایک ہی محکوم ہے، اس واسطے میں اپنے قوم سے یہ عرض داشت پیش کرتا ہوں کہ اوّل اپنے پیغمبر کے قدموں پر یعنی قرآن و احادیث کے حکم کے متعلق ثابت قدم رہے اور فقر کے معنی جو فرمایا رسول اللہ صلعم نے (الفقر فخری و الفخر منی) یعنی میرا حال فقر ہے اس فقر کو آج کل کے پیرو درویشوں، فقیروں نے قدیم امتوں کے فقیروں درویشوں کے طرز عمل پر اختیار کیا ہے جیسا کہ صورت پرستی، قبر پرستی اور شرک کے ساتھ عبادت اور ذکر مجاہدات کرتے ہیں۔ نیز ہر قوم کے یعنی غیر مسلم کو اپنے خالق تک کی رسائی کی بتہ دینے کے بارے میں خبر دیتا ہوں۔ جس سے سب لوگ فانی خواہشوں کے زنجیروں سے آزاد ہو کر لقائی لطائف

کے انوار روشن ہو جائے انشاء اللہ تعالیٰ

بیان الکتاب کا وجہ یہ بھی ہے کہ میری یادگار باقی رہے جو کوئی اس کو پڑھے اور اس سے کشائش پائے اور مجھ کو دعائے خیر سے یاد کرے۔ اور کیا تعجب کہ اس کی کشائش کے باعث اللہ تعالیٰ میری قبر کو کشادہ کرے۔ جیسے کہ حضرت یحییٰ غمارہؒ کو جو امام سہریؒ اور شیخ عبداللہ انصاریؒ کے استاد تھے۔ وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا تو یحییٰ غمارؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے یحییٰ میں تیرے ساتھ سخت معاملہ کرتا لیکن ایکدن تو ایک مجلس میں میری تعریف کر رہا تھا اُدھر سے میرے ایک دوست کا گذر ہوا جس کو تمہاری تقریر سے لطف حاصل ہوا چنانچہ اپنے دوست کے اس لطف کی طفیل تجھ کو بخشتا ہوں ورنہ دیکھتا کہ تیرے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا۔ مطلب قبر کی کشادہ گی کی خواہش یہ میری ہے کہ قبریں دو طرح کے خدا نے بنائے ہیں ایک انسان کا جسم جو نیکی و بدی سے ہلکا یا بھاری یا کشادہ یا تنگ معنیٰ اس کا تندرست اور مریض ہے میں اسی قبر کے متعلق دعاء کا خواہشمند ہوں۔

نیز وجہ اس کتاب کی تالیف کی یہ بھی ہے کہ حضرت جنید بغدادیؒ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ بزرگوں کی حکایت و روایات میں طالب کو کیا فائدہ پہنچتا ہے، فرمایا کہ بزرگ لوگوں کا کلام خداوند کریم کے اپنی لشکروں میں سے ایک لشکر ہے جو شکستہ دل طالب کے دل کو تقویت دیتا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے جو خداوند کریم نے اپنے کلام پاک میں فرمایا ہے (الآیہ) وکلا نقص علیک من انبیاء

والرسل ما نثبت به فؤادك (ترجمہ) یعنی اے محمدؐ گزشتہ رسولوں کے قصے ہم تجھ سے اس لئے بیان کرتے ہیں کہ تمہارا دل اس سے آرام پائے اور زیادہ قوی ہو جائے۔ اور سبب اس کتاب کی تالیف کے بارے میں یہ بھی ہے کہ میں نے ہر فرقہ کے لوگوں کے واسطے منزل مقصود تک پہنچنے کا رستہ بطور پیغام کھلم کھلا پیش کیا اور میں نے ظاہر اور خفیہ باتوں کا جاننا آسان طریقہ میں اظہار کیا کیونکہ ان باتوں کو جاننا ہر ایک آدمی پر قرآن کی رو سے لازم آتا ہے پورے طور پر وعید ہے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے (الآیہ) وَمَنْ کَانَ فِی هٰذِهٖ اَعْمٰی فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی وَاَضَلُّ سَبِیْلًا۔ (ترجمہ) اور جو شخص دُنیا میں اندھا رہے گا تو وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا اور زیادہ راہ گم کردہ ہو گا) اس لئے میں تمام لوگوں، پیرو درویشوں کو اپیل پیش کرتا ہوں کہ اپنے آپ کو سنبھال لیجئے اور ظاہری باطنی امورات میں اپنے معبود کے ساتھ کجروئی پر نہ رہے نہ اپنے روحانی بنیاد سے غافل رہے۔ اب میں روحانی اور جسمانی بنیاد کے متعلق کچھ بیان کرتا ہوں جس بنیاد کے تحقیقات میں آدم سے لیکر تمام انبیاء علیہم السلام آنحضرتؐ کے زمانہ مبارک تک آپہنچے۔ آخر خاتم النبیین جناب رسالتمآب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بنیاد کا پورا کھوج نکالا اور تمام دُنیا کے فرقوں لوگوں کو اس نقطہ پر ختم کروایا جو ابتداء سے انتہا تک حیات ابدی رہا اور معجزہ لقاء رہا جس کے نہ جاننے میں تمام اولین و آخرین کو باز پرس ہو گا۔ انسان کو بھی چاہیے کہ وہ اپنی بنیاد سے کیوں محروم رہے

بلکہ اپنی بنیاد کی پوری آگاہی پائے۔ اسی طرح پہلے خدا نے روح قایم کیا
بعد میں جسم۔ میں نے بھی اسی طرح اپنے مریدوں کو روحانیت کی راہ صاف
کھول دی۔ بعد میں جسمانیت کے وادیوں کے قصےؔ یعنے لطایف کی آگاہی
کے متعلق ذکر و اذکار کے حد میں ڈال دئے، لیکن جسمانی لطایف کے انوار
سب فانی ہے اور روحانی بنیاد باقی رہنے والی ہے۔ اسی لئے جب مرید
پہلے بقاء پائیگا، وہ فنا کی طرف کبھی متوجہ نہ ہو جائے۔ جس کے بارے میں مصنفؔ
کتاب ہذا یہ کہتا ہوں کہ جس کسی کے سمجھ میں ان باتوں کا مطلب نہ آجائے
وہ میرے پاس تشریف فرما کر مجھ سے ان باتوں کی پوری ظاہری و باطنی
آگاہی حاصل کریں۔ نیز میرا مطلب یہ بھی ہے کہ اگر میرے باتوں کو صاحب علم
یا صاحب حلم یا صاحب فقر یا صاحب عقل غلطی کا اصلاح کریں تو میرے لئے
بہت شفقت اور نوازش ہوگی اور اصلاح پا کر استاد کا ہمیشہ زندگی بھر معہ
اپنے تمام مرید جن کا اعداد تقریباً دس ہزار سے زائد ہے، لے کر خیر خواہ
اور دامن گیر رہوں ؛

در بیان ابتداء عالم و خلق آدم و جملہ جاندار

کائنات سے پہلے جو حدیث کُنْتُ کَنْزًا مرفوعًا آیا ہے کہ اس سے ثابت یہ ہوا ہے کہ وہ ایک نور گنج تھا۔ اس خزانہ سے یہ ثابت ہوا جو خدائی کے مطلق یوں بیان میں آتا ہے کہ وہ چار اجزاء کا مجمع تھا۔ عشق، مشک، رشک، محبت ان چاروں نے خدائی اظہار کرنے میں کام دیدیا اول خدا تعالےٰ کو مشک یعنے نور محمدؐ اپنے سے جدا کرنے میں عشق غالب آیا۔ عاشق بن کر خدا نے محبت کے جوش میں اپنے نور ذات سے ایک نور کا حصّہ جُدا کیا جس کا نام نور صفات یعنی نور محمدؐ رکھا جو نور محمدؐ ایک دایاں طرف نظر کرنے سے کُنْ فَیَکُون کے اشارہ میں تمام قایم ہوا۔ اسی طرح بایاں جانب کی نظر سے نار شیطان پیدا ہوا، اسی نور محمدیؐ سے تمام ماسوائے اللہ ذات پیدا ہوا جیسا حدیث شریف میں آیا ہے کہ خُدا نے دانہ کو پیدا کیا اور دانہ مشاہدہ کیا اور مشاہدہ سے دانہ پھٹ گیا پھٹنے کے باوجود دانہ سے پانی نکلا اور اُسی پانی سے ہر چیز کو زندہ یعنے پیدا کیا جو قرآن میں فرمایا وجعلنا من الماء کل شیءٍ حی اور فرمایا واللہ خلق کُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ○ (ترجمہ) اور اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیا اور نور محمدؐ سے ہی عالم ارواح بھی پیدا کیا جسے عالم بقا بھی کہتے ہیں۔

قدرت نے ہر دو طرح مخلوق پیدا کیا جیسے دُنیا اور عقبیٰ بھی کہلاتے ہیں اسی طرح اجسام بھی دو طرح کے بنائے یعنی روحانی وجود اور شیطانی وجود۔ روحانی وجود بقائی عنصر سے اور شیطانی وجود فنائی عنصر سے بنوا دیا۔ اسی طرح روح کو خلق کر کے روح وجود یعنی چار بقائی عنصر سے بنایا یعنی بجنے والی مٹی اور عشق کے آگ اور اُس پانی جس کی ذکر ہو چکی اور مٹی کو بجانے والی ہوا سے پیدا کیا۔ جب روح بھی بقائی وجود میں داخل ہوا تو پانی کی عنصر سے آواز الست بربکم اور عشق کے آگ کی عنصر سے سماع اور بقائی ہوا کی عنصر سے لحن اور مٹی کی عنصر کے بدولت روح سمیع بن آئی اور یہ آواز الست بربکم اور سماع و لحن روح کے سمیع میں ابتدائے سے بقاء رہا کبھی فنا ہونے والا نہیں ہے۔ اس لئے روحانی وجود اور روح لطائف ہمیشہ کے لئے باقی رہے گی اور روح کو ان لطائف کے ساتھ خدائے تعالیٰ نے سمیع البصیر رکھا یعنی سننے والا اور دیکھنے والا بنایا روح ہمیشہ کے لئے زندہ بن گیا۔

پیدائش عقول

اب روح کے پیدا کرنے کے بعد خدا نے چار عقلیں پیدا کئے۔ دو عقلیں روح کو عطا کیا اور دو عقلیں شیطان کے واسطے مقرر کیا۔ روح کے واسطے عقل معنوی اور عقل کل اور شیطان کے واسطے عقل حسی اور عقل جزوی بنائی۔ اسی طرح چار انفاس پیدا کئے۔ دو انفاس روح کے لئے نفس لوامہ اور نفس مطمعنہ دو شیطان کے واسطے نفس شیطان اور نفس امارہ مقرر

کیا۔ دو طرح کے ملکوت بھی پیدا کیا۔ نوری اور ناری۔ اب شیطان نے
دو عقلوں اور دو نفسوں کے سہارے نطفہ پیدا کیا جو نطفہ نور اور نار
کا ایک چیز بن گیا۔ نطفہ کے بعد چار فانی عنصر سے آدم کا وجود بنایا
یہ چار عنصر وجود بنانے میں ایک دوسرے بعد کام آیا۔ پہلے نطفہ کے
ساتھ روح کی ایک خاکی عنصر ملا دیا جو مٹی بجنے والی تھی جس کے
متعلق خدائے تعالےٰ نے قرآن شریف میں فرمایا وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ
مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝ (ترجمہ) اور میں نے انسان کو
بجتی ہوئی مٹی جو کہ سڑے ہوئے گارے کی بنی تھی۔ جب اِن دونوں
اجزاء کے ساتھ باقی عنصر کام آئے اور آدم کا وجود قایم ہوا، اب جو
پہلے سے آدم موجود ہونے تک یہ عمل در آمد آئی۔ ازل یعنی لوح محفوظ
اسی کا نام رکھا گیا ہے۔ اسی طرح حدیث شریف میں یوں آیا ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عورت کے رحم میں جب نطفہ قرار پاتا ہے
تو ایک چلہ تک اپنی اصلی حالت پر رہتا ہے، پھر جما ہوا خون بن جاتا ہے
پھر گوشت کا لوتھڑا بن جاتا ہے پھر پتلا بن جاتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ
کے حکم سے ایک فرشتہ آجاتا اور عمر رزق اور وہ عمل جو کہ یہ پتلا پیدا ہونے
کے بعد کریگا۔ سب کچھ لکھ دیتا ہے۔ غرض یہ نہیں ہے کہ آدم گناہ یا ثواب
نیکی یا بدی دنیا میں ازل کی رو سے ہی کرے گا۔ حقیقی معنیٰ یہ ہے کہ
آدمی جو چاہے گا وہ پائے گا یعنی خدا نے جو بنیاد قایم کیا اس راز کا
مطلع آدم ہی بن جائیگا یہ ہی ازل خدا نے یعنے طاقت انسان کو دیا ہے

یہ نہیں کہ گناہ و ثواب ازل ہی میں لکھ دیا ہے۔ تب تو نیکی کے بدلے جزا اور
گناہ کے عوض سزا کی وعید قرآن میں نہ بتلائی گا۔ اب شیطان چار چیزوں
کا مالک مختار بن گیا، آگ، پانی، مٹی اور ہوا خود شیطان ہوا کے ساتھ مل کر
رہ گیا اور فنائی عالم کے اسباب کے قادر بن گیا۔ روح اپنی چار چیزوں کے
لطائف سے مل کر بقائی عالم کا سمیع البصیر رہا۔ اس کے بعد روح کے عنصر اور
شیطانی عنصر مل کر آدم کا وجود موجود ہوا اور فانی و باقی کا مجمع تیار ہوا
و اسجدو الا ابلیس کے متعلق یہ اصلی واقعہ ہے۔ شیطان کو آدم کی بقائی
عنصروں کی معلومیت نہیں تھی، اس لئے سجدہ تعظیم پر گمراہ ہوا۔ آدم کا
وجود قدرت فانی اور باقی اجزا سے ایک جمع الجم تیار کیا۔ اسی لئے آدم کو
خدا اپنے ساتھ روحانی طور پر پورا والبسطہ رکھا۔ نیز اسی لئے آدم کو اپنا معبود
اور اپنے خالق کے فرائض ادا کرنی ضروری کام ہے۔ روحانی فرائض روح
کے ذریعہ اور جسمانی فرائض شیطان کے ذریعہ تحقیق اور ادا کرنے کا مستحق
آدم ہے۔ غرض ہر ملت و فرقہ کے انسان کو چاہیے کہ اپنے خالق کے
اصولوں اور علم باطنی کے حصول کے واسطے رہبر کامل کی تلاش نکلے
جو کہ ہر بنی نوع انسان کے لئے فرض کیا گیا ہے اور اسی رہبر کی بدولت
پہلے اپنی بنیاد کا مطلع ہو جائے اور اپنے معبود کے وعدے کا وفادار
بن جائے اور ظاہری و باطنی امورات میں فرمانبرداروں کا صفحہ حاصل کریں
بلکہ بقاء و فنا کے منزل کو عبور کر کے گوہر مقصود تک پہنچ جائے یہ نکہ انسان
کے لئے خداوند کریم نے بلند درجے رکھے ہیں۔ جیسا کہ قرآن میں فرمایا۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْم - ترجمہ: ہم نے انسان بہتر پیمانہ سے پیدا کیا۔ اسی لئے آدمی ہر بلند اور ہر درجہ ہر رتبہ کے وارث بن جائے گا۔ آدم سے لیکر تمام انبیاء علیہم السلام اسی راز کا کھوج نکالتے آئے لیکن نبی آخرالزمان صلعم نے یہ راز پورے طور پر طے کر کے ہمارے لئے آگاہی کے متعلق بہت آسانی سے بیان کر رکھا ہے۔ اسواسطے میں نے بھی بہت عرصہ دراز کے تلاش میں اپنے بزرگان دین مشائخ کبار سے اس راز کا اطلاع پایا۔ اب میں تمام فرقے کے لوگوں کو دعوت حق دیتا ہوں۔

قدیم پیغمبروں کا تحقیقات تا آنحضرت صلعم

آدمؑ موجود ہونے کے بعد حضرت آدم اُم البشر کے بائیں پسلی سے حواؑ پیدا کیا۔ اس کے بعد دونوں کو جنت میں داخل کیا۔ قرآن شریف میں فرمایا ہے کہ آدمؑ اور حواؑ سے خدا نے کہا کہ جنّت میں سے تم ہمہ نعمت کھاؤ مگر اس درخت میں سے کچھ نہ کھانا جو جنت کے درمیان واقع ہے لیکن شیطان نے حواؑ سے قسم کھا کر کہا کہ اس درخت کے کھانے سے تم دائمی حیات کے مالک بن کر فرشتوں کی طرح سے ہو جاؤ گے چنانچہ حواؑ یعنی عقل حسی نے کھایا اور آدمؑ کو بھی کھلایا یعنی نفس شیطان آدم کو عقل حسی کی وجہ سے غالب آیا۔ جس کی وجہ سے جنّت کا لباس اُن سے فوراً اُتر گیا، جُدا ہو گیا اور لگے وہ اپنے

اور پسینے پسینے خدا نے آدم کو پکارا یہ تم نے کیا کام کیا۔ آدم نے کہا کہ اس عورت کی وجہ سے جس کو تو نے میرے ساتھ کیا ہے۔ یعنی عقل خسی جو شیطانی عقلوں میں ایک عقل ہے اسی سے برا انجام ہوا۔ تب خدا نے ان دونوں کو مع ابلیس وغیرہ کے زمین پر اتار کر پراگندہ کیا اور فرمایا کہ اب تم زمین پر رنج وغم اور اپنے پسینے کی روٹی کھاؤگے۔

آدمؑ وحواؑ ایک عرصہ تک زمین پر جدا رہے۔ یعنی آدم نے اب عقل خسی سے کام لینا ترک کیا اور اب عقل جزوی سے تحقیقات کرنے لگا اور آدمؑ کو لوح محفوظ پر نظر یعنی اپنے کئے پر نادم ہوا حقیقی مطلب یہ ہے کہ اب وہ روحانی عہد آدمؑ کو یاد آیا۔ جس کی بدولت توبہ قبول ہوا۔

بالآخر مقام عرفات واقع مکہ میں ان کی ملاقات ہوئی اور ان کا قصور معاف ہوگیا۔ مطلب یہ ہے کہ آدم کی تحقیقات بھی ان دو عقلوں عقل خسی وجزوی اور نفس شیطان وامارہ پر ختم ہو اور روحانی تحقیقات حل نہ ہوا۔

حضرت نوحؑ کا دور آدم سے نوح تک سولہ سو بیالیس ۱۶۴۲ برس کے عرصہ میں دس پشتیں پیدا ہوئیں۔ ان کے سب لوگ نیک خدا پرست شرک سے پاک تھے اور اپنے اپنے زمانوں کے پیغمبروں کے بتلائے ہوئے عبادات اور طریقہ تعلیم کے پابند تھے تفاسیر قرآن شریف احادیث اور توریت کتاب پیدائش وتاریخ ابن اسیر وابن

عساکر میں ہے کہ نوحؑ کی پیدائش کے بعد لوگ اپنے بزرگوں کے جو مر گئے تھے مجسّے بُت بنا کر پوجنے لگے اور خدا سے مُراد مانگتے ہیں ان کو سفارش کرنے والے قرار دینے لگے بلکہ ان مرے ہوئے بزرگوں کی ایسی عزّت کرنے لگے جس طرح خدا کی کرتے تھے اور ان کی روحانی طاقتوں سے طالب مدد ہوئے اور اپنے بنیاد یعنی حیات ابدی پانے میں غافل رہے جیسا مذکورہ شیطانی عقلوں و نفسوں سے کام لینے لگے اور زناکاری کا زور ہونے لگا۔ زمین پر انسان کی بدی بڑھ گئی اور خیالات خراب ہونے لگے اس وجہ سے خدا نے حضرت نوحؑ سے فرمایا کہ میں کل انسانوں کو مع کل جانداروں کو جو خشکی پر بستے ہیں۔ نیست و نابود کرنے والا ہوں صرف تم کو اور تمہارے اہل کو اور اُن کو جو تم پر ایمان لاتے ہیں اور ہر جاندار میں سے ایک ایک جوڑے کو ایک کشتی کے ذریعہ بچاؤں گا۔ جب حضرت نوحؑ نے اپنی کشتی مکمل کر دی یعنی اپنا وجود تحقیقات کے عالم طوفان کے واسطے تیار کر دی جو طوفان کی وعید نوحؑ کی نصیحت نہ ماننے والوں کے لئے آئی نوحؑ نے عقل جزوی کی بدولت اپنی کشتی یعنی سیر وجود کے تحقیقات کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار میخوں کے سہارے تیار مکمل کی اس کے علاوہ اور پانچ میخیں نوحؑ نے کشتی میں لگائی جس سے کشتی مضبوط ہو گئی۔ حقیقی معنی یہ ہے جو میخیں ایک لاکھ چوبیس ہزار تھے وہ نوحؑ نے اپنے سانس بند کئے جو دن رات میں میخوں کے اعداد کے برابر اندر باہر آجاتے ہیں۔ پانچ میخیں وہ ہیں جو ذکر اللہ

کے پانچ مقام ہیں جو وجود انسانی میں قدرت نے قائم کئے ہیں اور باقی لوگ جو عقل حسی کے بندے بن گئے یعنی دُنیا کے ساتھ مشغول ہو گئے تھے ان کو طوفان نے گھیر لیا یعنے دُنیا کے خواہشوں میں پھنس گئے خدا نے زمین کی سوتیں کھول دی اور آسمان سے پانی برسایا۔ ڈیڑھ سو دن تک پانی کی باڑھ زمین پر رہی اور پانی زمین پر بے انتہا بڑھ گیا۔ اور سب اونچے پہاڑ جو آسمان کے نیچے ہیں پندرہ ہاتھ پانی ان کے اُوپر چڑھ گیا اور ہر ایک جاندار جو خشکی پر یعنی عقل حسی پر تھا سب کے سب مر گئے اور سات ماہ بعد جودی پہاڑ پر کشتی ٹک گئی یعنی سات مقام طے کر کے نوح کا وجود بلندی پر پہنچا قرآن شریف میں ہے وَغِيضَ الْمَاءُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ وَقِيلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝ (ترجمہ) اور پانی خشک ہو گئی اور پانی خشک ہو گیا اور کشتی جودی پہاڑ پر ٹک گئی اور یہ پکارا گیا کہ ظالموں کی بربادی ہو) بعض کہتے ہیں کہ ایک بوڑھی عورت نے اس طوفان کے حادثے میں اپنے جھونپڑی کے دروازے پر پردہ ڈالا اور بوڑھی عورت ہر طرح طوفان سے بچ گئی۔ حقیقی معنی اس بوڑھی عورت نے آنکھوں کو بند کر کے اپنی باطنی آنکھوں سے اپنی روحانی دنیا کا مشاہدہ کیا اور اُسی عالم وحدت کے ساتھ غرق استغراق ہو گئی۔ ظاہری طوفان سے بچ گئی۔ اس سے ثابت ہوا کہ نوحؑ بھی عقل جزوی کے متعلق تحقیق کر آیا۔ یعنی وجودی تحقیقات میں لگ گیا تھا اور روحانی

تحقیقات حل نہ ہو اور نہ بوڑھی عورت کی طرح کشتی بنانی نہ پڑیگی۔

حضرت ابراہیمؑ

وَاذْکُرْ فِی الْکِتَابِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّهٗ کَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا یَسْمَعُ وَلَا یُبْصِرُ وَلَا یُغْنِیْ عَنْکَ شَیْئًا

(ترجمہ) اس قرآن میں ابراہیم کا بیان کرو کہ وہ بڑے سچے پیغمبر ہے۔ اس وقت کا خیال کرو کہ جب انہوں نے اپنے باپ سے کہا کہ اے میرے باپ تم کیوں ان چیزوں کی عبادت کرتے ہو جو نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے اور نہ کچھ مدد کر سکتے ہیں) ابراہیم کی پیدائش کا قصہ یوں درج ہے۔ نمرود شاہ بابل نے خواب دیکھا تھا کہ ایک بڑا روشن ستارہ آسمان سے نکلا۔ اس نے اس وقت کے نجومیوں سے خواب بیان کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس سال ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کے سبب سے آپ کی عزت کو نقصان پہنچے گا۔ اس خوف سے نمرود سب مردوں کو اپنے ساتھ لیکر شہر کے باہر چلا گیا اور عورتوں کو اندر چھوڑ دیا تھا تاکہ اس سال مرد و عورت میں مباشرت نہ ہو۔ شہر میں آنے کا ایک ضروری کام در پیش آیا اور نمرود نے آذر کو اس کے لئے بھیجا اور تاکید کی کہ اپنی عورت سے مباشرت نہ کرنا لیکن جب آذر آئے تو باوجودیکہ ان کو حکم کی تابعداری کا بڑا خیال تھا مگر تقاضائے بشری اپنی بیوی سے ہم بستر ہوئے اور حضرت ابراہیمؑ کا حمل رہا لیکن ابراہیمؑ کی ماں کو دیکھنے میں حمل معلوم نہیں ہوتا تھا آخر ابراہیم پیدا ہوئے اور نمرود کے خوف سے سات برس کی عمر تک ان کی ماں نے ابراہیم کو ایک تہ خانے میں پالا تھا

کیونکہ جب نجومیوں نے نمرود کو حمل قرار پانے کی خبر دی تھی تو اُس نے حکم
دیا تھا کہ اس سال جو بچہ پیدا ہو مار ڈالا جائے۔ ماں نے اپنے خاوند سے بھی
چھُپایا اور یہ کہا کہ مرا ہوا بچہ پیدا ہوا تھا جب ابراہیم خوب باتیں کرنے لگے
تو ایک روز ماں نے آذر سے محبت دلانے کے لئے ابراہیم کی باتوں اور
ابراہیم کی پیدائش کا حال کہا آذر نے ابراہیم کو تہ خانہ میں جا کر دیکھا اور
جتلایا کہ میں تمہارا باپ ہوں۔ آپ نے فرمایا اے میرے باپ تمہارا پیدا کرنے
والا کون ہے۔ آذر نے کہا نمرود۔ ابراہیم نے کہا نمرود کو کس نے پیدا کیا
آذر نے ایک طمانچہ حضرت ابراہیم کے منہ پر مارا اور غصّہ ہو کر باہر چلا
آیا۔ یہ گویا بت [illegible] کی پہلی شکست ہے۔ پھر والدہ نے حضرت ابراہیم کی
پرورش پوشیدہ طور پر کی۔ یہانتک کہ وہ ہوشیار ہو گئے اور باپ کو جب
خبر ہوئی تو محبت کی وجہ سے وہ بھی ایذا دہی سے باز رہے اور حضرت
ابراہیم جب اوّل اوّل اس تہ مکان سے نکلے تو اُنہوں نے خُدا کے وجود کے
ثبوت پر کائنات سے کام لیا جس کا ذکر قرآن شریف میں مفصّل طور پر
موجود ہے کہ اوّل انہوں نے تارے کو دیکھا پھر چاند کو اور پھر سورج کو اور
اُن سے خُدا کے وجود پر عقلی دلیل قائم کی چونکہ حضرت ابراہیم کا مفصّل
بیان قرآن شریف مقامات مختلف میں موجود ہے۔ اس لئے یہاں بیان
کی ضرورت نہیں ہے البتہ اِتنا لکھنا بے محل نہ ہوگا۔ غرض حقیقی بات یہ
ہے کہ جب ماں نے ابراہیم کو تہ خانہ میں ڈال دیا۔ مطلب اس وقت عقل
خفی نے ابراہیم کو اپنے وجود میں فانی عنصروں کے تحقیقات کے لئے چھوڑ دیا

اسی لئے ابراہیم نے تحقیقات کی بدولت اب عقل جزوی سے کام لینا شروع کیا جس کی وجہ سے چاند، تارے و سورج کا مشاہدہ کرنے لگا۔ آخر یہ بھی فانی جان کر اپنے باپ و نمرود سے دعوائے خدائی دینے پر اعتراض کیا جس کی وجہ سے نمرود اور اس کے ساتھی ابراہیم کو مارنے کے درپے بن گئے۔

نمرود بابل کا بادشاہ تھا جب عقلی حجت میں ابراہیم کے باپ اور نمرود ابراہیم پر غالب نہ آسکے تو اس وقت ان سب نے صلاح کر کے یہ بات نکالی کہ ابراہیم کو لوگ آگ میں ڈال دے۔ اس وقت ابراہیم علیہ السلام کی سولہ برس کی عمر تھی۔ تفسیر سدی میں ہے کہ وہ لوگ ابراہیم کے جلانے کے لئے لکڑیاں جمع کرنے کو اپنے دین کی عمدہ بات خیال کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب یہ لوگ ابراہیم کو آگ میں ڈالنے کا قصد کر رہے تھے تو جو فرشتہ مینہ برسانے پر تعینات ہے، اس کو گمان تھا کہ اس آگ کے بجھانے کا حکم مجھے ہی ہوگا، لیکن اللہ کا حکم کسی ذریعہ کا محتاج نہیں۔ اللہ کے حکم سے خود آگ نے پانی کا کام دیا کہ جس طرح پانی سے باغ سبز ہوتا ہے۔ اس طرح آگ سے گلزار قائم ہو گیا۔ خدا نے آگ کو ٹھنڈی ہونے کا حکم دیا۔ مگر ایسی ٹھنڈی نہیں کہ جس سے ابراہیمؑ کی سلامتی میں فرق آئے۔ تفسیر ابی حاتم میں ہے کہ چالیس روز تک ابراہیم آگ میں رہے، فرمایا کرتے تھے کہ ان دنوں سے زیادہ آرام میں نے اپنی عمر میں نہ دیکھا۔ جب نمرود نے بالاخانے سے دیکھا کہ ابراہیم علیہ السلام صحیح و سالم اس میں بیٹھے ہیں تو اس نے چلا کر کہا کہ ابراہیمؑ بلاشک

تمہارا خدا قدرت والا ہے جس نے تم کو آگ میں نہیں جلنے دیا۔ میں بھی تمہارے خدا کے نام کی قربانی کروں گا۔ اسی طرح آذر اور لوگ بھی یہ حال دیکھکر خدا کی قدرت کے تو قائل ہوئے مگر ایمان نہ لائے۔

اِس قصّہ کی حقیقت یہ ہے کہ آگ بھی دو طرح کے قدرت بنائے ہیں جو ابتداء عالم کے باب میں گذر چکا ہے۔ اس لئے ثابت یہ ہوا کہ جب ابراہیم نے بیرونی تحقیقات یعنی عقل پرستی ہیچ و فانی قرار پائی تو اُس نے اندرونی تحقیقات میں حفظ نفس کے حُدود میں آگ جلایا جو آگ عشق کی بدولت جسمانی عنصر سے جل اُٹھتا ہے جو حفظِ نفس عقلِ جزدی سے قائم رہتا ہے اور بیرونی آگ ابراہیم کو اسی لئے کارگر نہ ہوا۔ اور حفظِ نفس کے باوجود ابراہیم کے آگ کو گلزار بن گیا یعنی وجدی چھ لطیفوں کا انوار اس کے نظروں میں پیش آئے جو آج کل میں بھی طالب کو اس آگ میں ڈال کر انوار لطائف دکھاتا ہوں۔ غرض یہ کام بھی فانی عقلوں یعنی عقل خسی وجزدی سے بنتا ہے اور عقلِ معنوی و عقل کلّی کی کام تھا ہے جو فانی سے بعید ہے۔ ابراہیمؑ کا دور بھی وجدی دور تھا ورنہ قصّہ نہ کہلاجائے گا۔ فرض اور سنت اور ہی منزل ہے جو آنحضرت نے طے کیا ہے۔

حضرت یوسفؑ کا قصّہ

اِنَّ فِی ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ۔ (ترجمہ) اس بیان میں ایسے شخص کے لئے مقام عبرت

ہے۔ جس کا سمجھنے والا دل ہو یا وہ کان لگا کر سنے اور صداقت سے کام لے) حضرت ابراہیمؑ نے جب شرک جھگڑے سے مجبور ہو کر بابل کو چھوڑا تو کنعان میں آباد ہوئے اور ایک عام قحط سالی کے وجہ سے مصر کا سفر کیا، وہاں سے واپس آکر کنعان میں حضرت ہاجرہؑ کے بطن سے حضرت اسمٰعیلؑ پیدا ہوئے جو مکہ میں آباد کئے گئے اور پھر حضرت سارہؑ سے حضرت اسحٰقؑ پیدا ہوئے جو کنعان میں آباد رہے۔ توریت کتاب پیدائش میں ہے کہ عالم بڑھاپے میں حضرت ابراہیمؑ کا مقام قریت اربع واقع کنعان میں انتقال ہوا اور ان کو مکفیلہ بنی افران میں حضرت اسماعیلؑ اور حضرت اسحاقؑ نے حضرت سارہؑ کی قبر کے متصل دفن فرمایا۔ پھر حضرت اسحٰقؑ سے حضرت یعقوبؑ اور حضرت عیسوؑ پیدا ہوئے۔ حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹے ہوئے۔ جن میں ایک بیٹا حضرت یوسفؑ تھے۔ یوسفؑ نے ایک رات خواب دیکھا اور اپنے باپ سے کہنے لگا کہ ابا جان میں نے گیارہ ستارے اور سورج و چاند دیکھے ہیں اور اپنے روبرو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔ انہوں نے فرمایا۔ بیٹا اس اپنے خواب کو بھائیوں کے روبرو بیان مت کرنا۔ کیونکہ وہ تمہارے لئے کوئی خاص تدبیر کریں۔ غرض یوسف کے بھائیوں میں سے جو چھوٹا لڑکا تھا وہ یوسفؑ کا سگا بھائی تھا۔ باقی دس بھائی سوتیلے ہیں جب کہ ان بھائیوں نے یہ گفتگو کی کہ یوسفؑ اور ان کا بھائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں حالانکہ ہم ایک جماعت ہیں واقعی ہمارے باپ کھلی غلطی میں ہے

اب بہتر ہے کہ یوسفؑ کو یا تو قتل کر ڈالوں یا ان کو کسی سرزمین میں ڈال آؤ جس سے ہمارے باپ کا رخ صرف خالص ہماری طرف ہو جائے گا اور ہمارے سب کام بن جائیں گے۔ ان ہی میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ یوسف کو قتل مت کرو اور اُن کو کسی اندھیرے کنوئیں میں ڈال دو تاکہ ان کو کوئی راہ چلتا نکال لیجائے۔ اگر تم کو یہ کام کرنا ہے اس کے بعد سب نے باپ سے کہا کہ ابّا اس کی کیا وجہ ہے کہ یوسفؑ کے بارے میں آپ ہمارا اعتبار نہیں کرتے۔ حالانکہ ہم ان کے خیرخواہ ہیں آپ ان کو کل کے روز ہمارے ساتھ بھیجے کہ ذرا وہ کھادیں، کھیلیں اور ہم اُن کی پوری حفاظت کریں گے۔ یعقوبؑ نے فرمایا کہ مجھ کو یہ بات غم میں ڈالتی ہے کہ اُس کو تم لے جاؤ اور میں یہ اندیشہ کرتا ہوں کہ اس کو کوئی بھیڑیا کھا جائے اور تم اس سے باخبر رہو، وہ بولے کہ اگر ان کو بھیڑیا کھا جائے تو ہم ایک جماعت ہے، ایسی صورت میں کیسے یوسفؑ پر کوئی مصیبت گذرے گا۔ پس جب یوسفؑ کو لے گئے اور سب نے پختہ عزم کر لیا کہ ان کو کسی اندھیرے کنوئیں میں ڈال دیں پھر جب وہ حضرت یوسفؑ کو لے کر چلے، آگے نہ فرمایا کہ کیا ہوا اس واسطے لائق بیان نہیں۔ جو کچھ بھائیوں نے سلوک کیا، راہ میں برا کہتے اور مارتے لے گئے تو اُن کے رونے پر رحم آیا نہ فریاد پر۔ پھر کنوئیں میں ڈالا، وہ کنارے کو پکڑ کر رہ گئے۔ تب رسی میں باندھکر لٹکایا۔ آدھے

راستے سے چھوڑ دیا۔ تب پانی میں گرے۔ چوٹ سے بچے، گوشے میں ایک پتھر پر بیٹھ رہے اور بھائیوں نے کرتا اُتار کر ننگا کر ڈالا تب وہاں حق تعالیٰ کی بشارت پہنچی کہ ایک وقت تو ان کو یاد دلا دے گا۔ ان کا کام آخر وہ لوگ اپنے باپ کے پاس عشاء کے وقت روتے ہوئے پہنچے، کہنے لگے۔ آبّا ہم تو سب آپس میں دوڑنے لگے اور یوسفؑ کو ہم نے اپنی چیز بست کے پاس چھوڑ دیا۔ بس ایک بھیڑیا اُن کو کھا گیا۔ یہ یوسفؑ کے مرنے کا سچّا واقعہ ہے۔ اگر آپ بھروسہ کریں اور یوسفؑ کے قمیض پر جھوٹ موٹ کا خون بھی لگائے تھے۔ یعقوبؑ نے فرمایا کہ بلکہ تم نے اپنے دل سے ایک بات بنائی ہے معلوم ہوتا ہے کہ تم نے جو باتیں بنائی ہے ان میں اللہ ہی مدد کرے گا۔ اگر یوسفؑ کو بھیڑیا کھاتا تو قمیض کہاں ثابت (پوری) چھوڑتا۔ اس لئے آپ لوگ جھوٹ کہتے ہو۔ اس کے بعد ابو سعود سے مروی ہے کہ جب ابراہیمؑ کو آگ میں پھینکے گئے، اُن کے لئے پیراہن بہشتی آیا تھا۔ یہ پیراہن تبرکات کے ساتھ یعقوب علیہ السلام کو ملا۔ آپ نے گلے میں یوسف علیہ السلام کے تعویز کی طرح لٹکا دیا تھا۔ بھائیوں نے کنوئیں میں ڈالتے ہی وہ پیراہن نکال لیا تھا کہ اس کو خون آلودہ کر کے باپ کو دکھائیں۔ آپ برہنہ ہو گئے تھے۔ جبرئیلؑ امین آئے وہ پیراہن کھول کر پہنایا اور مراتب عالی کی بشارتیں سنائیں، اور یہ کہ آپ کے بھائی مجبور مطیع ہو کر آئیں گے۔ یہاں تک جو یوسفؑ کا قصّہ بیان میں آیا ہے کہ

حقیقت یہ ہے کہ پہلے جو یوسفؑ نے خواب دیکھا اور اپنے باپ سے بیان کیا، باپ نے تعبیر خواب کا یوسفؑ کو بتلا دیا جو چاند، سورج اور ستاروں کے سجدہ کرنے کا مطلب یہ ہے۔ خواب یوسفؑ کا اس کی تفکر کی زیارت یعنی ذکر اللہ یوسفؑ نے وجودی عنصروں سے تحقیقات کیا، جب ذکر اللہ کے باوجود اس کے وجود کی تمام اجزا عقل جزوی کے ساتھ متوجہ ہو گئے اور مصر کے بادشاہ یعنی ذکروں کے مقام طے کر کے اپنے وجود کا سفیر یعنی مالک بن جانے کی خبر اس کے بھائیوں نے یوسفؑ کے مارنے کے متعلق ایک سکیم تیار کی۔ یوسفؑ نور نفسانی اور اس کے بھائی اجزاء فانی جو آدمی وجود کے کارساز ہیں، ان ہی وجودی اجزاء کے ذریعہ وہ نوٹس یعنی یوسفؑ ایک وجودی دل پر عقل جزوی نے ڈال دیا۔ یعنی کنوئیں میں ڈال دیا، وہاں یوسفؑ کو عقل جزوی کے فطرت سے بشارتیں آئی کہ بھائی مجبور مطیع ہو کر آئیں گے۔

اس کے بعد ایک قافلہ آنکلا اور انہوں نے اپنا آدمی پانی لانے کے واسطے بھیجا اور اس نے اپنا ڈول ڈالا۔ کہنے لگا کہ ارے بڑی خوشی کی بات ہے یہ تو بڑا اچھا لڑکا نکل آیا اور ان کو مال قرار دے کر چھپا لیا۔ اگلے دن بھائی گئے۔ کنوئیں میں نہ پایا۔ قافلے والوں سے دعویٰ کیا جب ثابت ہوا، اٹھارہ درم کو بیچ ڈالا۔ درم قریباً ایک چونی کے ہوتا ہے۔ پس نو۹ بھائیوں نے دو۲ دو۲ درم بانٹے۔ ایک نے حصہ نہ لیا۔ پھر آگے قافلے والوں نے جا کر مصر میں

بیچا۔ حق تعالیٰ نے صریحاً ایک بیچنا فرمایا یا پردہ پوشی کو۔ لیکن اشارہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سستے مول تو اسی جگہ بیچا ہے۔ مصر میں عزیز نے مول لیا۔ عزیز کہتے تھے بادشاہ کے مختار کو۔ اس نے ہوشیار دیکھ کر غلاموں کی طرح نہ رکھا فرزند کی طرح رکھا کہ کاروبار میں نائب ہوگا۔ اس طرح حق تعالیٰ نے اس ملک میں ان کا قدم جمایا۔ پھر ان کے سبب سے ساری بنی اسرائیل کو بلایا اور یہ بھی منظور تھا کہ سرداروں کی صحبت دیکھیں گے اور رمز و اشارہ سمجھنے کا سلیقہ کمال پکڑیں اور علم خدائی پڑا پاویں۔ اور اللہ جیت رہا ہے۔ یعنی بھائیوں نے چاہا کہ ان کو گرا دیں، اسی میں یہ چڑھ گئے۔

جس شخص نے یوسف کو خریدا تھا، اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ اس کو اچھی طرح سے رکھنا۔ کیا عجب ہے کہ ہمارے کام آوے یا ہم اس کو بیٹا بنالیں اور جس عورت کے گھر میں یوسفؑ رہتے تھے وہ ان سے اپنا مطلب حاصل کرنے کو ان کو پھسلانے لگی اور مکان کے سارے دروازے عورت نے بند کر دئیے اور کہنے لگی کہ آجاؤ تم ہی سے کہتی ہوں۔ یوسفؑ نے کہا اللہ بچائے جو میرا رب ہے مجھ کو کیسے اچھی طرح رکھا اور اس عورت کے دل میں تو ان کا خیال جم ہی رہا تھا اور ان کو بھی اس عورت کا کچھ کچھ خیال ہو چلا تھا۔ اگر اپنے رب کی دلیل کو انہوں نے نہ دیکھا ہو، تو زیادہ خیال ہو جانا عجب نہ تھا۔ اس موقعہ پر یوسفؑ کو حضرت یعقوبؑ کی صورت نظر آئی۔ انگلی دانت میں باقی خیال گناہ نہیں اور اگر گناہ ہے تو کمتر سا۔ اصل گناہ سے اللہ تعالیٰ نے پیغمبر علیہ السلام کو بچا لیا ہے۔ باپ کی صورت دیکھ کر یوسفؑ

دوڑے نکل جانے کو اور وہ دوڑی پکڑنے کو دروازے کی طرف کو دوڑتے ہی اس عورت نے اُن کا کُرتہ پیچھے سے پھاڑ ڈالا اور دونوں نے اس عورت کے شوہر کو دروازے کے پاس پایا۔ عورت بولی کہ جو شخص تیری بی بی کے ساتھ بدکاری کا ارادہ کرے اس کی سزا بجز اس کے اور کیا ہے کہ وہ جیل خانے بھیجا جاوے یا اور کوئی دردناک سزا ہو۔ یوسفؑ نے کہا یہی مجھ سے اپنا مطلب نکالنے کو مجھ کو پھسلاتی تھی اور اس عورت کے خاندان میں سے ایک بچے نے شہادت دی کہ ان کا کرتا اگر آگے سے پھٹا ہے تو عورت سچی اور جھوٹے اور اگر وہ کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا ہے تو عورت جھوٹی اور یہ سچے۔

الغرض حضرت یوسفؑ کے مصر کے بادشاہ بننے تک بہت قصہ ابھی قرآن میں مذکور ہے یہاں بیان کرنا اتنا ہی ضرورت ہے کہ یہ اس قصّہ کے متعلق بھی میں ہر فرقہ کے لوگوں کو یہ خبر دیتا ہوں کہ میں انسانی وجود میں اس قصّہ کے امور یعنی پہلے خواب کی تعبیر اس کے بعد بھائیوں کا لیجانا اور کانٹوں میں دیانا اور کوئیں میں ڈالنے اور کنواں کا دہن بند کرنے کا حقیقت اور حضرت یوسفؑ کے پیراہن جو بہشتی پہنایا گیا اور اس پتھر کی حقیقت جس پر کوئیں میں یوسفؑ بیٹھ گیا۔ نیز سوداگر کی دلالت یعنی کس نے یوسفؑ کو کوئیں سے نکالا۔ اور بھائیوں کا یوسفؑ کو اٹھارہ درم میں بیچنے کی حقیقت یعنی کن درم میں بیچا اور دوبارہ قافلے والوں کا مصر میں یوسفؑ کو بیچنے کی حقیقت وہاں عزیز کی عورت کا

قصّہ جو یوسفؑ کو پیش آیا۔ اس کے بعد زلیخا سے نکلا اور مصر کے بادشاہ بننے تک کی تمام دلالت بطریق سیر وجود میں نقدِ حال دکھاؤں گا جو آدمی چاہئیے یا جھوٹ جانے، میں اس کو کہتا ہوں کہ وہ میرے پاس پتہ مذکورہ کے ذریعہ تشریف فرما کر بطریقہ حقیقت ان قصوں کا مطلب حاصل نیز میرا مطلب یہ بھی ہے کہ اگر مجھ سے زیادہ جاننے والا کوئی ہو مہربانی کر کے مجھکو بھی اصلاح کریں۔ غرض یہ قصّہ بھی عقل حسی و عقل جزوی کا دور ہے عقل معنوی اور عقل کلّی کا دور ابھی حل نہ ہوا۔ اس لئے میں زندگی بھر تمام اشخاص کو اس راز کا اطلاع دے سکتا ہوں۔ بعد وفات ان امور کے متعلق استادِ حقیقی کی تلاش پر وعید سناتا ہوں یعنی فنا و بقاء کی فرق کرنے کے لئے چند باتیں تحریر کرتا ہوں جس کی مدد سے ہمیشہ انسان اس کی کھوج میں رہے۔ غرض کتاب ہمیشہ رہے گی۔ انسان کا جسم آخر فوت ہونے والا ہے۔

دورِ موسیٰ علیہ السلام

ایک رات فرعون نے خواب دیکھا۔ پھر اس خواب کی وجہ سے جس کی تعبیر یوں لی گئی تھی کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو زوالِ سلطنت باعث ہوگا۔ ایک عام حکم نافذ کیا کہ بنی اسرائیل کی لڑکیوں کو چھوڑ کر تمام پیدا ہونیوالے لڑکے قتل کر دئے جائیں۔ اسی زمانہ میں حضرت موسیٰؑ پیدا ہوئے اور ڈر کے مارے والدہ نے کشتی نما تابوت بنا کر حضرت موسیٰؑ کو اس میں رکھ کر دریائے نیل میں ڈال دیا۔ حضرت موسیٰؑ جس صندوق میں رکھ دیا وہ بہتے بہتے اس جگہ پہنچا جہاں دریا کو دو نہریں بن جاتے ہیں۔ ایک فرعون کی محلات سے

گذرتے ہیں اور ایک دوسری طرف گذر جاتی ہیں۔ صندوق کے نگرانی یعنی فرعون کے طرف جانے کے ڈر سے موسیٰؑ کی والدہ نے اس کی پھوپھی کو صندوق کے پیچھے پیچھے بھیجا۔ جب فرعون کی محلات کے طرف صندوق گذر گیا تو فرعون کی عورت کو صندوق پر نظر پڑا، اس نے صندوق کو پکڑ کر کھولا تو اس میں ایک بچہ دیکھا جس کو فرعون کی بیوی نے بنیت بیٹا بنانے کے اُٹھا لیا۔ آپ نے فرعون کے گھر میں پرورش و تعلیم پائی۔ اسی طرح جب فرعون کی عورت نے موسیٰؑ کو گھر لے لیا۔ موسیٰؑ کی پھوپھی یہ حال دیکھ کر بہت متفکر ہوئی جب فرعون نے بچہ دیکھا تو اس کے پلنے پر عورت کو دشمن ہونے کی وجہ سے اعتراض کیا عورت نے فرعون کو سمجھایا کہ ہم اس کو اپنے دین پر پرورش کرونگا۔ اس کے بعد اس کی طرف کوئی بدسلوکی نہ آجائے گی۔ جب فرعون نے اس کو دودھ پلانے کے لئے عورتیں حاضر کیں تو موسیٰؑ نے کسی کا دودھ نہ پیا۔ فرعون بہت حیران، پریشان ہو کر دودھ کے بارے عورتوں کے تلاش میں لگ گیا۔ اتنے میں موسیٰؑ کی پھوپھی نے جو موسیٰؑ کے صندوق کے پیچھے پیچھے تعیناّت تھی آکر عرض کرنے لگی کہ حضور ایک عورت کو بچہ ابھی مار ڈالا گیا اور اس کے پستان دودھ سے بھرے ہیں اور عورت بھی شریف النفس ہے شاید بچّہ اس کا دودھ پیئے گا۔ فرعون نے اس کے بتلانے پر اس عورت کو حاضر کیا جو حقیقت میں حضرت موسیٰؑ کی ماں تھی، اسے دیکھتے ہی موسیٰؑ نے اُس کے پستان پکڑ کر دودھ پیا۔ اس عرصہ میں موسیٰؑ کی ماں نے موسیٰؑ کے مُنہ سے پستان نکالی اور فرعون سے

دودھ کے عوض اجرت مانگنے لگی۔ فرعون نے تنخواہ مقرر کیا اور عورت نے موسیٰؑ کو دودھ بخوشی دے دیا۔ جب حضرت موسیٰؑ حدِ بلوغ کو پہنچا تو اپنے معبود کے تلاش تحقیقات کرنے لگا۔ حقیقت میں موسیٰؑ تو روح ہی کو کہتے ہیں جس نور کو عقل خسی نے پیدا کیا اور موسیٰؑ کی پھوپھی کو اس کی فکر تھی جو اس کے نگرانی میں تھی۔ موسیٰؑ کے پیچھے رہی اور نیل کی دو نہریں جزوی و عقل خسی تھی۔ فرعون کی نہر عقل جزوی ہے اسی عقل جزوی نے موسیٰؑ کو آگے بڑھایا یعنی فرعون کے گھر پہ پرورش پائی۔ جب موسیٰؑ کے ذہن آگے تحقیقات میں لگ گیا تو اس نے فرعون سے یعنی عقل خسی سے کام لینا بند کیا۔ اب عقل جزوی نے موسیٰؑ کو جو درخت سے آگ دیکھنے کے بیان میں آیا ہے، وہ آگ اظہار کیا جس آگ سے آواز آئی "میں تیرا خدا ہوں" اور جزوی نے اس کو اپنے انفاس کا کسب دکھلایا جس کو اژدھا بن گیا اور یہی سانس بند کرنے کے باوجود یعنی ہاتھ گریبان میں ڈالکر روشن ہوا۔ حقیقی مطلب یہ ہے کہ کسی نور کا اظہار ہونا اور جو خدا جوتے نکال لینے کے بارے میں آئی وہ دنیوی خواہشات کی سواری کے قطع کرنے کے متعلق آئی اس کے بعد جب جو گفتگو موسیٰؑ فرعون میں ہوئی وہ یہ مطلب ہے کہ موسیٰؑ عقل جزوی کی بدولت عقل خسی یعنی فرعون کو دعویٰ خدائی کے مطلق اعتراض کرنے لگا۔ یعنی آگے منزلوں کا تحقیقات کرنے لگا اور عقل جزوی نے موسیٰؑ کو یہ تبلادیا کہ عقل خسی فنا ہونے والی ہے اس لئے فرعون خدا نہیں ہے اور مخلوق ہے خالق نہیں غرض سے اتنے پیغمبروں کے قصّے تفکر کے مطلق ہی بیان آئے۔ بعض وقت عقل خسی کے

بنے بن گئے۔ لعض وقت باوجود تحقیقات عقل جزوی سے معبود قرار دینے لگے۔ اسی لئے ان کی تحقیقات فناء سے والبتہ رہا۔ لقائی تحقیقات مخفی رہا۔ اس لئے آگ سے نکلنے والی آواز کو موسیٰؑ نے معبود قرار دیا بلکہ خدا کو متکلم قرار دیا جس کے برخلاف قرآن سے خدا کا متکلم ہونا کسی آیت سے ثابت نہ ہوا۔ اگر موسیٰؑ خدا کے ساتھ کلیم ہوگا تب خضرؑ کے پاس علم سیکھنے کے لئے کیوں جانا پڑے گا۔ البتہ فرعون پر غالب رہا۔ فرعون وجود انسان کو خدا قرار دیتا تھا جس طرح موجودہ زمانے کے پیر درویش اور رہنما فقیر عشق مجازی یا اپنے تئیں مریدوں سے سجدہ کرواتے ہیں۔ یہ سب فرعون کی کام اور طرز عمل ہے۔ جس کے برخلاف عقل جزوی کی بدولت حضرت موسیٰؑ فرعون یعنی عقل حسی پر غالب آیا۔ بہت افسوس اُن فقیروں و پیروں کو جو آج کل یعنی نبی آخرالزمان کے سچے دین یعنی لقائی تحقیقات کے زمانے میں بھی فرعون کے طرز عمل عبادت کرتے ہیں جو قدیم پیغمبروں نے کفر و شرک قرار دیا۔

حضرت داودؑ

حضرت داودؑ علیہ السلام کے متعلق یوں بیان آیا ہے۔ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا یٰجِبَالُ اَوِّبِیْ مَعَہٗ وَالطَّیْرَ وَاَلَنَّا لَہُ الْحَدِیْدَ ٥

ترجمہ:۔ اور ہم نے داودؑ کو اپنی طرف سے بڑی فضیلت و نعمت دی تھی کہ اے پہاڑو داؤد کے ساتھ بار بار تسبیح کرو اور اسی طرح پرندوں کو بھی حکم دیا اور ہم نے ان کے واسطے لوہے کو مثل موم نرم کر دیا) اٹھارویں

زبور کے شروع میں حضرت داؤد کا یہ قول مذکور ہے۔ میں نے تنگی کے وقت خداوند کو پکارا، اور اپنے خدا کے آگے چلایا۔ اس نے میری آواز سنی اپنے ہیکل میں۔ اور میری فریاد اس کے سامنے اس کے کانوں تک پہنچی تب زمین کانپی اور لرزی سارے پہاڑ جڑ مول سے ہل گئے۔ قرآن شریف میں داؤد کی مناجات کا بیان ہے کہ اس کی مناجات کے وقت پہاڑ اور طیور موافقت کرتے تھے زرہ کے حلقے ایک اندازہ سے جوڑ مطلب یہ کہ داود کو زرہ بنانے کا علم دیا تھا۔ یعنی سامان جنگ بھی عطا کئے تھے جیسا کہ اسی زبور کے ۳۲ ۵ درس میں آیا ہے جس طرح ان کو کمالات درویشی عطا ہوئے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ جس لحن داود کے ساتھ پہاڑ و طیور موافقت کرتے ہیں وہ حقیقت میں ایک ندا ہے جو داؤد اپنے انفاس ضبط کر کے وجود کے اندر بجاتا ہے۔ اس آواز کے سمیع میں داؤد کے جسم کے بال اور تمام اجزاء ذکر جہر کے ساتھ ہلتے اور موافقت کرتے تھے۔ غرض یہ لحن بھی وجودی عنصروں یعنی آگ و ہوا سے پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور زرہ کے مطلق بھی یہی فرمایا وہ ذکروں کے ضرائب سے اپنے وجودی دلوں کو نرم صفائی کرتے ہیں۔
ثابت ہوا کہ داؤد کا دور بھی عقل حسی وجودی پر ہی رہا۔ عقل کلی و معنوی کا تحقیقات حل نہ ہوا۔

حضرت سلیمانؑ کا دور

قرآن میں آیا ہے کہ (الآیہ) وَلِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ۔ (ترجمہ) اور سلیمانؑ کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا کہ اس کی

صبح کی منزل ایک مہینے بھر کی راہ ہوتی اور اس کی شام کی منزل ایک مہینے بھر کی راہ ہوتی) سلیمان ؑ کے لئے خدا نے ہوا کو فرمانبردار بنایا تھا کہ وہ ہوا صبح سے لے کر دوپہر تک ایک مہینے بھر کی راہ طے کرتی تھی۔ اور شام کو لیعنے پچھلے پہر کو بھی مہینے بھر کا راستہ طے کرتی تھی۔ توریت کی دوم کتاب التواریخ کے نویں باب ۱۷ ویں درس میں لکھا ہے کہ سلیمان ؑ نے ہاتھی دانت کا ایسا تخت بنایا تھا جو زمین کے سب بادشاہوں سے سبقت لے گیا۔ اس طرح ثابت ہو کہ اس کا جز رو یہ تواریخ اور زمین کے نیچے سے عجائب آلات اور مکانات برآمد ہونے سے بخوبی ثابت ہے کہ سلیمان ؑ کے عہد میں ایسے صناع لوگ تھے کہ تخت کو غبارہ کی طرح ہوا پر اڑا لیجانے کا علم جانتے تھے پھر جس طرح اور صدہا چیزیں اور سینکڑوں علوم و فنون کا رواج تھا۔ اس کے علاوہ اللہ نے حضرت سلیمان ؑ کو خاص کر ایک نعمت دی تھی کہ جس طرح اور بادشاہ صرف انسان پر حکومت کرتے ہیں۔ حضرت سلیمان جن وانسان دونوں پر حکومت کرتے تھے اور چرند و پرند سب جانوروں کی اصلی بولی سمجھتے تھے اور ان پر بھی ان کی حکومت تھی ایک دن سلیمان ؑ نے پرندوں کی حاضری لی تو فرمانے لگے کہ کیا بات ہے کہ میں ہُدہُد کو نہیں دیکھتا۔ کیا کہیں غائب ہو گیا ہے، اس لئے میں اس کو سخت سزا دوں گا یا اس کو ذبح کر ڈالونگا۔ یا وہ کوئی صاف حجت میرے پاس لائے گا۔ اب تھوڑی ہی دیر میں ہُدہُد حاضر ہوا، اور سلیمان ؑ سے متوجہ ہو کر کہنے لگا کہ میں ایسی بات معلوم کرکے آیا ہوں جو آپ کو معلوم نہیں ہوئی، اور میں آپکے پاس قبیلہ

سباہ کی ایک تحقیقی خبر لایا ہوں کہ میں نے ایک عورت کو دیکھا کہ وہ اُن لوگوں پر بادشاہی کر رہی ہے اور اُس کو ہر قسم کا سامان میسّر ہے اور اس کے پاس ایک تخت ہے۔ میں نے اُس کو اور اس کی قوم کو دیکھا کہ وہ خدا کو چھوڑ کر آفتاب کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے اُن کے اعمال کو ان کی نظر میں مرغوب کر رکھا ہے اور ان کو راہ سے روک رکھا ہے تو وہ سیّچے راہ پر نہیں چلتے۔ معلوم ہوا کہ سجدہ خاص اللہ تعالےٰ کے لئے چاہیئے۔ اس کے سوا خواہ کوئی سورج ہو یا چاند ہو، نبی ہو یا ولی ہو، درخت ہو یا ستارہ، قبر ہو یا مکان اس کے لئے سجدہ نہ چاہیئے۔ جب ہُدہُد نے اپنے غائب رہنے کی وجہ بیان کی کہ ملک سبا میں ایک عورت کی بڑی بادشاہت دیکھکر آیا ہوں تو حضرت سلیمانؑ کو یقین نہ ہوا۔ اس لئے ایک خط لکھ کر دیا کہ اس کا جواب لاؤ۔ سبا بن یشجب بادشاہ یمن کی نسل میں شراحیل ایک بڑا متکبر بادشاہ تھا وہ بادشاہوں کی لڑکیوں سے شادی اپنے لئے باعث ہتک خیال کرتا تھا۔ ایک جن کی لڑکی ریحانہ سے شادی کر لی جس کے پیٹ سے بلقیس پیدا ہوئی۔ شراحیل کے مرنے کے بعد اس کا بھتیجا یمن کا بادشاہ ہوا، مگر وہ بڑا ظالم تھا۔ اس وجہ سے بلقیس نے تنہائی کا موقعہ پاکر اس کو مار ڈالا اور خود بادشاہ بن گئی۔ بلقیس کی چھاتی پر ہُدہُد نے سلیمانؑ کا خط ایسے وقت میں رکھا جب وہ محل میں سوئی ہوئی تھی۔ جب بلقیس نے اُس خط کو پڑھا تو اس کے دل میں ہیبت بیٹھ گئی اور اپنے تین سو وزیروں اور مصاحبوں سے صلاح کی جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے۔ جب بلقیس نے وہ خط دیکھا اور بلقیس نے کہا کہ اے اہل دربار

میرے پاس ایک خط باوقعت ڈالا گیا ہے۔ وہ سلیمانؑ کی طرف سے ہے
اور اس میں یہ ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ تم لوگ میرے مقابلہ میں تکبر
مت کرو اور میرے پاس مطیع ہو کر چلے آؤ۔ بلقیس نے کہا کہ اے اہل دربار
تم مجھکو میرے اس معاملہ میں رائے دو میں کسی بات کا قطعی فیصلہ نہیں کرتی جب
تک کہ تم لوگ میرے پاس موجود نہو، وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم بڑے طاقت ور
اور بڑے لڑنے والے ہیں اور اختیار تمکو ہے، تو تم ہی دیکھ لو جو کچھ حکم دینا
ہو۔ بلقیس کہنے لگی والیان ملک جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں، تو
اس کو تہ و بالا کر دیتے ہیں۔ اور اس کے رہنے والوں میں جو عزت دار ہیں، ان
کو بے عزت و ذلیل کیا کرتے ہیں اور یہ لوگ بھی ایسا ہی کریں گے اور میں
اُن لوگوں کے پاس کچھ ہدیہ بھیجتی ہوں۔ پھر دیکھونگی کہ وہ فرستادے کیا
لے کر آتے ہیں۔ یعنی میں ان کی طرف اپنے قاصد بھیج کر تحفہ کے ساتھ تجربہ
کرتی ہوں۔ اگر بادشاہ ہو گا تو تحفہ تحائف کے ساتھ خوش ہو جاوئے گا اور ہم
اُس کی تکلیف سے چھوٹ جاویں گے، اور اگر پیغمبر ہو گا تو ہمارے ان نفیس
تحفوں سے خوش نہیں ہو گا، کیونکہ اُس کا اصلی مطلب دین کی طرف بلانا
ہے تو ہم اس سے نہیں چھوٹ سکتے۔ جب تک ہم اس کے دین کی پیروی نہ
کریں اور اس کے طریقہ پر نہ چلیں۔ رازی نے کہا کہ تحفہ کے بیان میں لوگوں
نے بہت کچھ کہا ہے، لیکن قرآن پاک میں اس کا کچھ بیان نہیں ہے اور
وجیز والے نے کہا کہ ہدیہ کے بیان اور سلیمانؑ علیہ السلام کے حال میں
جب کہ ایلچی تحفہ لے کر ان کے پاس پہنچ گئے تو ان اقوالوں کی صحت

اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے اور کلام اللہ کی تفسیر کے ساتھ ان کا کچھ تعلق نہیں ہے
اس کے بعد جب وہ فرستادہ سلیمانؑ کے پاس پہنچا۔ فرمایا گیا تم لوگ مال
سے میری امداد کرتے ہو تو اللہ نے جو کچھ مجھکو دے رکھا ہے وہ اس سے
کہیں بہتر ہے جو تم کو دے رکھا ہے۔ ہاں تم ہی اپنے اس ہدیہ پر اتراتے
ہو گے۔ اور جب سلیمانؑ کے پاس تحفے پہنچے تو لینے سے انکار کیا اور ایک
پیغام بلقیس کے نام دیا کہ ہم کو تحفوں اور مال کی ضرورت نہیں ہے جب
بلقیس کو یہ معلوم ہوا تو قسم کھائی کہ دنیا پرست بادشاہ نہیں ہے۔ بلکہ
نبیؑ ہے۔ اس کا مقابلہ وبال ہے۔ نیز سلیمانؑ نے فرستادہ سے یہ بھی
کہا کہ تم ان لوگوں کے پاس لوٹ جاؤ تو ہم ان پر ایسی فوجیں بھیجتے ہیں کہ ان
لوگوں سے ان کا ذرا مقابلہ نہ ہو سکے گا۔ اور ہم ان کو وہاں سے ذلیل
کر کے نکال دیں گے اور وہ ماتحت ہو جائیں گے۔ اس کے بعد سلیمانؑ نے فرمایا
کہ اے اہل دربار تم میں کوئی ایسا ہے جو اس کا تخت قبل اس کے کہ وہ لوگ
میرے پاس مطیع ہو کر آویں، حاضر کر دے گا، ایک قوی ہیکل جن نے
جواب عرض کیا کہ میں اس کو آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں گا۔ قبل اس کے
کہ آپ اپنے اجلاس سے اٹھیں اور میں اس پر طاقت رکھتا ہوں، امانتدار
ہوں۔ وہ تخت آصف بن برخیا حضرت سلیمانؑ کے وزیر کی دعا سے
دو مہینے کے راستے سے آنکھ جھپکانے میں اس طرح آیا کہ بلقیس کے ساتوں
قفل قایم رہے اور جس مکان میں وہ تخت رکھا تھا اس مکان کی زمین
پھٹ کر زمین کے اندر ہی اندر سلیمانؑ کے تخت کے پاس کی زمین پھٹ کر

وہ تخت نمودار ہوا۔ سلیمانؑ نے حکم دیا کہ اس کے لئے اس کے تخت کی صورت بدل دو۔ ہم دیکھیں گے کہ اُس کو پتہ لگتا ہے یعنی حضرت سلیمانؑ نے حکم دیا کہ اس کے تخت میں کچھ ایسا تغیّر و تبدل کردو کہ اس کی پہلی صورت بدل جاوے تاکہ میں جب بلقیس آوئے اُس کی عقل کا امتحان کروں کہ دنیاوی چیزوں کی پہچان میں۔ جب یہ حال ہے تو خدا کی ذات و صفات کے پہچاننے میں تم نے کتنی غلطی کی ہوگی۔ چنانچہ وہ آئی اور اس سے پوچھا گیا کہ کیا آپ کا ایسا ہی تخت ہے اس کو پہچان نہ سکی۔ دھوکے میں آگئی کہا ایسا ہی میرا تخت ہے اس کو اس کے مشابہ تبلایا۔ یہ نہیں کہا کہ یہ وہی ہے مگر تھوڑی دیر بعد بلقیس کو معلوم کرایا گیا کہ وہی تخت ہے اس پر اس نے بطور معذرت کے کہا، ہم کو کیا آزماتے ہیں۔ ہم کو تو اس حالت سے پہلے ہی معلوم ہوگیا تھا کہ آپ بڑے طاقت ور ہیں۔ خدا تعالےٰ کے برگزیدہ ہیں اور ہم یہاں حاضر ہونے سے پہلے ہی آپ کے فرمانبردار ہو چکے ہیں۔ جس سے حاضر ہوئے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ حضرت سلیمانؑ کا کلام ہے کہ ہم کو پہلے ہی معلوم ہوا تھا کہ تو تبلا نہ سکے گی اور ہم ہمیشہ سے اللہ کے فرمانبردار ہیں اور بلقیس کو ایمان لانے سے آفتاب پرستی نے روک رکھا تھا اور یہ اس لئے کہ وہ بھی کافر قوم میں سے تھی، یہ معنی ہے۔ یا یہ کہ سلیمانؑ نے اس کو عبادتِ غیر اللہ سے روک دیا۔ اور سلیمانؑ نے بلقیس سے کہا کہ اس محل میں داخل ہو، تو جب اس کا صحن دیکھا تو اس کو پانی سمجھا اور اپنی دونوں پنڈلیاں کھول دیں۔ سلیمانؑ نے فرمایا کہ یہ

جزوی و بادی عنصر سے کام اور تحقیقات کرتے آیا۔ بقائی تحقیقات سے
محروم رہا جو روحانی آگاہی انسان کے واسطے ہر چند ضروری ہے، اس میں
کامیاب نہ ہوا۔ اور عقل معنوی و عقلِ کُلی کا تحقیقات باقی رہا۔ یہاں سے
دُنیا کی بے ثباتی بیان کرنے کے لئے سلیمانؑ کی موت اور اس کے جاہ و حشم کا
اختتام بیان ہے کہ سلیمانؑ مر گیا اور اس کی موت کا حال ایک کیڑے نے اظہار
کیا جو اس کے عصا کو کھاتا تھا۔ پھر جب سلیمانؑ گر پڑے تو سب کو معلوم ہو
گیا اور جنوں کو یہ بات معلوم ہو گئی کہ باوجود جادوگر ہونے کے ہم غیب نہیں
جانتے، اگر جانتے تو اب تک سلیمان کی قید میں نہ پڑے رہتے۔ اکثر مفسرین
کا قول ہے کہ سلیمانؑ عبادت کے لئے مہینوں تخلیہ میں بیٹھا کرتے تھے۔ آخر
بار جب بیٹھے تو ٹھوڑی کے نیچے عصا لگا ہوا تھا۔ عبادت ہی میں روح نکل گئی
خدا تعالےٰ کی اس میں چند مصلحتیں تھیں کہ سلیمانؑ کے جسم پر آثار موت ظاہر
نہ ہونے دئے۔ از انجملہ یہ کہ لوگ جنوں کو غیب دان سمجھا کرتے تھے۔ ان کی
غیب دانی پر پتھر پڑ گئے۔ از انجملہ کچھ انتظام مملکت بنی اسرائیل سے
تمام کروانا مقصود تھا۔ لوگ یہی سمجھا گئے کہ سلیمانؑ زندہ ہیں۔ اندر کوئی
جانے نہیں پاتا تھا۔ باہر سے بیٹھا ہوا آنکھ بند کئے لکڑی پر سہارا دئے
بیٹھا ہوا مشغول بحق دیکھتے تھے۔ کئی مہینوں کے بعد جب خدا کو اس بات
کا اظہار منظور ہوا تو دیمک یا گھن نے لکڑی کو کاٹ ڈالا۔ سلیمانؑ گر
پڑے۔ سب کو معلوم ہو گیا اور بعض مفسرین یہ بیان کرتے ہیں کہ سلیمانؑ
کی موت کا وقت جو خدا کے علم میں مقرر تھا، اس کا کسی کو علم نہ تھا

مگر دابتہ الارض یعنی دیمک یا گھن سے معلوم ہوا کہ جس کو خدا نے ہر شخص کی حیات کے پیچھے لگا رکھا ہے۔ وہی سلیمانؑ کے زندگی کی لکڑی کو بھی کھا رہا تھا جس سے آخر میں سلیمانؑ کی زندگی کٹ گئی اور وہ گر پڑے یعنی مر گئے تب سب نے جان لیا کہ باوجود علم جادو کی مہارت کے ہم غیب دان نہ تھے ورنہ سلیمانؑ کی اطاعت میں پڑے نہ رہتے۔ افسوس کہ ہر شخص کی حیات کی لکڑی کو یعنی انسانی وجود کے انفاس کو گھن یعنی موت کا کیڑا لگ رہا ہے مگر گرنے دھڑنے کے وقت کا کسی کو علم نہیں ہے۔ یہاں سے خدا کی خدائی اور اس کے جلال کا ظہور ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آخر فانی اجزاء جسم کے یعنی کلام اور سانس اور وجودی لطائف کو بقایا خدائی ذات تصور کرنا بالکل ہیچ ہے کیونکہ یہ سب فان ہونیوالے ہیں باقی سماع اور بصارت ہی رہیگی جو روحانی وابستہ ہے۔ جو مر کر بھی انسان کی حیاتی ثابت کرے گا۔

حضرت ایوبؑ کا دورہ

وَاذْکُرْ عَبْدَنَا اَیُّوْبَ۔ اِذْ نَادٰی رَبَّہٗٓ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ۔ (ترجمہ:۔ اور آپ ہمارے بندہ ایوب کو یاد کیجیے جب کہ انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ شیطان نے مجھ کو رنج اور آزار پہنچایا ہے)۔

جب بنی اسرائیل کی سرزمین پر بابل کے بادشاہوں یعنی قصدی قوم کی حکومت تھی اس وقت حضرت ایوب بنی اسرائیل کی سرزمین میں تھے، کیونکہ یہ خود بھی بنی اسرائیل میں سے تھے۔ بعض کا بیان ہے کہ آپ اسرائیلی نہ تھے۔ بمقام عوض میں رہتے تھے تو اس زمانہ میں سب سے بڑی دولت زراعت

اور مولیشی سمجھی جاتی تھی۔ اور آپ اس حساب سے بڑے مالدار تھے۔ یعنی
سات ہزار بھیڑیں اور تین ہزار اونٹ اور پانچ سو جوڑی بیل اور پانچسو
گدھوں کے مالک تھے جن کی خبر گیری کے لئے آپ کے بہت سے نوکر تھے
اس وقت وہاں آپ کے برابر کوئی مالدار نہ تھا۔ آپ کے سات بیٹے اور تین بیٹیاں
تھیں اور آپ کے بیٹے جب اپنے اپنے نمبر پر ضیافت کرتے تھے تو اپنی بہنوں
کو بھی بلایا کرتے تھے اور ان کا آپس میں بڑا اچھا سلوک تھا حضرت ایوبؑ
اور آپ کی اولاد و نوکر عبادت گذاری میں ضرب المثل تھے توریت اور تاریخ
ابن اثیر میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ خدا نے شیطان سے پوچھا کہ ایوبؑ کے
برابر کوئی میرا عبادت گذار بھی تو نے دیکھا ہے۔ اس نے کہا کہ وہ دولت
سے مالا مال ہے۔ اگر اس نے عبادت کی تو یہ کیا کمال ہے۔ اگر حالت پریشانی
اور تنگ حالی میں اس کا یہی حال رہا تو بے شک میں صادق ہوگا۔ پس خدا
نے شیطان کو فرمایا کہ ایوبؑ کی جان کے سوا باقی اس کی ہر ایک چیز کی تباہی
پر میں نے تجھ کو دسترس دی ہے کہ جیسا تو چاہے وہ حال اس کا ہو جائے
پس ایسا ہوا کہ ایک نوکر آیا اور اس نے حضرت ایوبؑ سے کہا کہ ہم سب
نوکر بیل جوتتے تھے اور گدھے آس پاس چرتے تھے کہ اتنے میں سبا کے
چور آ پڑے۔ بیل اور گدھے ہانک لے گئے اور تمام نوکروں کو قتل کیا
اور خبر پہنچانے کے لئے صرف میں بچ گیا یہ اپنا بیان ختم نہ کرنے پایا تھا
کہ اتنے میں دوسرا نوکر آیا اور اس نے کہا کہ آسمان سے آگ اتری جس نے
تمام بھیڑوں اور نوکروں کو جلا کر تمام کیا۔ صرف میں بچ گیا ہوں جو خبر دینے

آیا ہوں۔ یہ اپنی خبر ختم نہ کرنے پایا تھا کہ ایک تیسرا نوکر بھاگا بھاگ
آیا اور روتے ہوئے یہ بیان کیا کہ قصدی قوم کے چوروں کی تین
جماعتیں آئیں اور تمام نوکروں کو قتل کر کے اونٹوں کو لے گئے
اور اتنے ہی میں ایک اور نوکر آیا اور بیان کیا کہ آپ کے تمام بیٹے
اور بیٹیاں اپنے بڑے بھائی کے یہاں ضیافت کھا رہے تھے کہ
اتنے میں آندھی آئی اور مکان جس میں معہ اپنے تمام بال بچوں کے
تھے گرا اور سب دب کر مر گئے اور میں ہی اکیلا بچ کر آیا ہوں تاکہ
آپ کو خبر دوں، تب حضرت ایوبؑ زمین پر جھکے اور سجدہ کیا اور
فرمایا کہ اپنی ماں کے پیٹ سے میں اکیلا پیدا ہوا تھا اور اکیلا قبر میں
جاؤں گا خدا نے دیا تھا اور خدا نے لیا اور وہ بڑی مقدس ذات
ہے اس سارے مقدمہ میں نہ تو ایوبؑ نے گناہ کی بات منہ سے کہی
اور نہ خدا پر عیب لگایا بلکہ شکر گزاری میں سابقہ سے زیادہ بڑھ
گئے تب شیطان نے خدا سے کہا کہ اس کا جسم تندرست ہے۔ خدا
نے کہا کہ اس کی جان کے سوا اس کا بھی تجھے اختیار ہے، تب شیطان
نے ان پر ہاتھ پھیرا جس کی وجہ سے سر سے لیکر پیر تک تمام جسم
خارشی پھوڑوں سے ڈھک گیا اور بال اور گوشت گل کر کیڑے
پڑنے لگے اور جذام کے مرض میں گرفتار ہو گئے اور آپ جا کر
راکھ میں بیٹھ گئے۔ اور ٹھیکرے لیکر کھجلانے لگے اور صرف آپ کی
بیوی بچ گئی تھی جو ہمدردی اور حق خدمت میں صادق تھی۔ مگر

انہوں نے ایک روز آپ سے کہا کہ کیا باوجود ان تمام مصائب کے تم مسلسل خدا کی شکر گذاری میں مشغول رہو گے اور کسی قسم کی شکایت نہ کرو گے جس کی وجہ سے حضرت ایوبؑ کو ان پر غصہ آیا اور فرمایا کہ میں تجھ کو ضرور سزا دوں گا جس کا ذکر قرآن شریف میں حضرت ایوبؑ کے ذکر میں موجود ہے اور پھر فرمایا۔ اے نادان عورت کیا ہم خدا سے اچھی چیز لیں اور بری چیز نہ لیں کیا یہ کوئی انصاف کی بات ہے، مگر خدا کے نزدیک آپ کی بیوی دل میں صادق تھی۔ اس وجہ سے خدا نے قرآن میں فرمایا ہے کہ ان کو سخت سزا سے بچایا گیا۔ صرف ایوبؑ کی قسم پوری کی گئی اور بالآخر خدا ایوبؑ پر مہربان ہوا اور وہ تندرست ہو گئے اور سابق سے دوگنی دولت کے مالک ہو گئے یعنی چودہ ہزار بھیڑوں اور چھ ہزار اونٹوں اور ایک ہزار جوڑی بیل اور ایک ہزار گدھوں کے مالک ہو گئے اور سات بیٹے اور تین بیٹیاں پیدا ہوئیں اور آپ ایک سو چالیس برس تک جیے اور اپنے بیٹے اور اپنی بیٹیوں کے بیٹے چار پشت تک دیکھے اور بہت بوڑھے ہو کر فوت ہو گئے۔ اس قصہ سے ثابت یہ ہوا ہے کہ ایوبؑ نے پہلے عقل حسی کے حد میں اپنے عیال کے ساتھ بسر اوقات کیا اور اسی دوران میں مال اور دولت اور نوکروں و بیٹوں کے فوت و فنا ہو جانے کی خبر پائی یعنی ان کی طرف روگردانی و نافرمانی پیش آئی اور اس کی امید جو ان کی فرمانبرداری کے خیال میں تھی وہ سب مٹ گئی اور اس کے بدن میں یہ ہی مرض پھیل گیا۔

کہ ان کے نافرمانی کے باتوں کے ذریعہ جو بدن میں جلن اُٹھتی۔ پھر بھی ان کو اپنے کندھے پر اُٹھاتے تھے۔ یعنے اُن کے بھلے بُرے باتوں پر صبر کرتے تھے یا یہ جو کہنے میں آیا ہے کہ اس کے بدن میں تین قسم کے کیڑے لگ گئے تھے ایک شہد کی مکھی دوسرا ریشم کا کیڑا اور تیسرا جوک (جو ایک قسم کا کیڑا ہے جو بڑے مرضوں میں آدمی کے خون نکالنے کے کام آتی ہے) غرض شہد کی مکھی ایوب کی فکر تھی جس سے وہ اپنے وجودی تحقیقات کرتے تھے اور ریشم کا کیڑا ایوبؑ کی عقل خسی ہے جو اپنے کئے سے اپنے آپ کو دنیاوی خواہشوں میں پھنسائے ہیں۔ یعنی کھٹی بناتے ہیں۔ تیسرا جوک جو عقل جزوی ہے، مرضی سے خون نکالتا ہے یعنی شہواتِ نفسانیہ سے آگے بڑھاتا ہے۔ ثابت ہوا ہے کہ ایوبؑ کا تحقیقات بھی انہی فانی عقول و فانی انفاس کے ذریعہ تمام ہو چکا۔ البتہ معنوی اور کلی عقلوں اور لوامہ اور مطمعنہ انفاس کے متعلق کچھ ثابت نہ ہوا۔

حضرت ذکریاؑ کا دور

توریت و تاریخ ابن اثیر میں ہے کہ حضرت ذکریاؑ بنی اسرائیل میں اس وقت مبعوث ہوئے تھے جب بنی اسرائیل پر قیصر یعنی رومیوں کے بُت پرست بادشاہوں کی حکومت تھی ابن خلدون صفحہ ۳۳۰ جلد اوّل میں ہے کہ اُس وقت قیصر کی طرف سے انطیفس بن ہیرودس بیت المقدس کا حاکم اعلیٰ تھا جو بنی اسرائیل کی ساری سرزمین پر حکومت کرتا تھا اور وہ

اپنے باپ ہیرودس کے نام سے مشہور تھا اور حضرت ذکریا بیت المقدس
میں خانہ خدا کے سادن یعنی خادم مقرر تھے مگر آپ کی بیوی الیشبع
عمر رسیدہ اور بانجھ تھی اور آپ خود بھی زیادہ عمر کے ہو گئے تھے جب
آپ خانہ خدا میں مشغول عبادت تھے اور یہ دعا کی کہ اے خدا میرا
وارث پیدا ہو تاکہ وہ توریت کے احکام کو زندہ کرے اور آل
یعقوبؑ کا وارث بن جائے تب خدا تعالیٰ نے حضرت ذکریاؑ کا
مناجات قبول فرمایا اور بشارت دی جو آیت قرآن شریف میں درج
ہے۔ یا زکریا انا نبشرک بغلام اسمہ یحییٰ لم نجعل
لہ من قبل سمیا۔ ترجمہ:۔ اے ذکریاؑ ہم تم کو ایک فرزند کی
خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰؑ ہوگا کہ اس کے قبل ہم نے کسی
کو اس کا ہم صفت نہ بنایا ہوگا۔ ذکریاؑ نے عرض کیا کہ اے میرے
رب میرے لئے کوئی علامت مقرر فرما دیجئے ارشاد ہوا کہ تمہاری
علامت یہ ہے کہ تم تین رات آدمیوں سے بات نہ کر سکو گے
حالانکہ تندرست ہو گے۔ پس حجرے میں سے اپنی قوم کے پاس
برآمد ہوئے اور ان کو اشارے سے فرمایا کہ تم لوگ صبح اور شام خدا
کی پاکی بیان کیا کرو۔ غرض فرشتہ نے ان سے کہا کہ تمہارے اطمینان
کیلئے حمل کے قرار پا جانے کی علامت یہ ہوگی کہ تین یوم تک تم
گونگے ہو جاؤ گے صرف اشاروں سے کام چلاؤ گے چنانچہ ایسا ہی
ہوا اور حضرت یحییٰؑ پیدا ہوئے جو ایک عرصہ دراز تک جنگلوں میں

ہے ٹڈی اور شہد آپ کی خوراک تھی اور اونٹ کے بالوں کا
لمبا کرتا اور اس پر چمڑا کا کمربند باندھتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ تاریخ
ابن خلدون صفحہ ۳۲۸ میں ہے کہ حضرت حنہؓ زوجہ حضرت عمران بانجھ
تھیں اور آپ کی بہن الیشبع بھی بانجھ تھیں، جن کا بیان پہلے ہو چکا
ہے اور حضرت حنہ نے یہ نذر مانی کہ اگر مجھے حمل رہ جائے تو اس کو
بیت المقدس کی خدمت کے لئے آزاد کر دونگی۔ مگر خلاف امیدان
کے یہاں لڑکی پیدا ہوئی جن کا نام انہوں نے مریم رکھا اور یہ
کہا کہ یہ مسجد کی خدمت کیونکر کرسکے گی یہ تو لڑکی ہے، جس کا ذکر
قرآن شریف میں ہے، مگر پھر بھی حنہؓ ان کو مسجد میں کاہنوں یعنی
خادموں کے پاس لائی جس کے لینے سے انہوں نے اس وجہ سے
انکار کیا کہ یہ لڑکی ہے، مگر ذکریاؑ کے سمجھانے پر جو مریم کے خالو تھے
قبول کیا اور ان کی پرورش کی بابت قرعہ سے فیصلہ ہوا جو حضرت
ذکریاؑ کے نام نکلا اور آپ نے ان کو مسجد کے گوشہ میں ایک حجرہ میں رکھا۔
حضرت یحییٰؑ و حضرت ذکریاؑ کے شہادت کے متعلق یوں بیان آیا
ہے کہ حضرت ذکریاؑ حضرت مریم کے خالو تھے تو گویا حضرت یحییٰؑ مریم کے
خالو زاد بھائی اور عیسیٰؑ یحییٰؑ کے رشتہ میں بھانجے تھے۔ دونوں ایک
ہی زمانہ میں تھے اور یحییٰؑ نے عیسیٰؑ کی نبوت کی تصدیق کی ہے۔ اگرچہ
حضرت ذکریاؑ بیت المقدس کے متولیوں میں تھے لیکن آپ بڑھئی کا کام
کر کے اپنے ہاتھ کی کمائی سے گذر کیا کرتے تھے سلسلۂ نبوت کے ختم

ہو جانے کے خوف سے ایک سو بیس برس کی عمر میں لڑکے کی دعا مانگی۔ چنانچہ حضرت یحییٰؑ پیدا ہوئے یہ نام خود اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے جس کا معنی ہے کہ زندہ رہے گا۔ حضرت یحییٰؑ بنی اسرائیل کے ہاتھ سے شہید ہو کر گویا ہمیشہ اپنے نام کے موافق زندہ ہے۔ اسی زمانہ میں بنی اسرائیل کا رومی حاکم ایک عورت سے شادی کرنی چاہتا تھا جو رشتہ قریبہ کی وجہ سے اس کو ایسا کرنا جائز نہ تھا، مگر عاشق ہو گیا تھا۔ اس نے بنی اسرائیل کے عالموں سے مسئلہ دریافت کیا۔ انہوں نے سازش کر کے کہا کہ یہ بات تو ٹھیک ہے، مگر ہم میں ایک یحییٰؑ عالم ہے اگر وہ اس کو سہی کہدیں تو بہتر ورنہ سب لوگ ان کو مانتے ہیں۔ بعد میں وہ سب میں آپ کو بدنام کر دیں گے حاکم نے ان کو بلایا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ناجائز ہے تب اس نے غصہ میں آپ کو شہید کیا۔ اسرائیلی عالموں کا مقصد پورا ہو گیا۔ اسی عرصہ میں بخت نصر بابل کا بادشاہ بنی اسرائیل پر چڑھائی کر کے آیا اور ستر ہزار بنی اسرائیل قتل کئے حضرت ذکریا سے بنی اسرائیل آخر کو منحرف ہو گئے تھے۔ حضرت ذکریاؑ ڈر سے جنگل کو بھاگ گئے اور جنگل کے درخت سے پناہ چاہی وہ پیڑ شق ہو گیا، اور یہ اس کے اندر چھپ گئے۔ بنی اسرائیل کو یہ کیفیت معلوم ہوئی تو وہ لوہے کا آرا چلا لائے اور معہ پیڑ کے حضرت ذکریاؑ کو بیچ میں سے چیر کر دو ٹکڑے کر ڈالا۔ حضرت یحییٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش ایک ہی سال کی ہے۔ حضرت یحییٰؑ پر

بنی اسرائیل کی نبوت کا خالص توریت کی شریعت کا زمانہ ختم ہو گیا۔
اب اس سے آگے حضرت عیسیٰؑ کی نبوت انجیل کی شریعت کا زمانہ ہے۔

عیسیٰؑ کی پیدائش

بنی اسرائیل میں دستور تھا کہ اپنے لڑکوں کو بیت المقدس کا خادم بنا دیا کرتے تھے۔
حضرت مریم کی ماں حنہ نے اس دستور کے موافق نذر مانی کہ ان کے پیٹ میں جو بچہ ہے اس کے پیدا ہونے کے بعد بیت المقدس کا خادم بنا دیں گے جب حضرت مریم پیدا ہوئیں تو لڑکی کے پیدا ہونے سے ان کو بڑا رنج ہوا مگر اللہ تعالیٰ نے مریم کا خادمہ ہونا قبول فرما لیا۔
حضرت مریم اپنے خالو حضرت ذکریاؑ کے پاس پرورش پا کر بیت المقدس کی خدمت کیا کرتے تھے سریانی زبان میں مریم کے معنے خادمہ کے ہیں جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ دنیا میں اپنی قدرت کا نمونہ پیدا کرے تو حضرت جبریلؑ نے ان کے جسم میں حضرت عیسیٰؑ کی روح پھونک دی اور ان کو حمل رہ گیا۔ علماء نے لکھا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ہر طرح کی پیدائش دنیا میں ظاہر کر دی تاکہ انسان کو اس کی ہر طرح کی قدرت پر ایمان ہو حضرت آدمؑ کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا۔ حضرت حواؑ کو بغیر عورت صرف مرد کے جسم سے اور حضرت عیسیٰؑ کو صرف عورت کے جسم سے پیدا کیا۔ اب مطلب یہ ہے کہ جتنے پیغمبروں کی ذکر یہاں تک ہو چکی۔ ان کے بارے میں قرآن میں پوری تفصیل ہے۔ غرض ہم نے مختصر میں مذکور کیا، لیکن ثابت یہ ہوا کہ سیوں کا عقل خسی و حیزدی

کے مطابق ہو چکا، جس طرح ذکریاؑ کے ذکر سے یہ معلوم ہوا کہ
وہ بڑھئی کا کام کرتا تھا۔ حقیقت میں وہ اپنے انفاس کے ساتھ
ذکرِ دائمی کے ساتھ تحقیقات کرتا تھا اور الیشبع جو اس کی عورت
تھی وہ حضرت ذکریاؑ کی عقل حسی تھی جس کے بطن سے حضرت یحییٰؑ پیدا
ہوا۔ یعنی ذکرِ دائمی سے جو نور پیدا ہوا، آخر اس نے اسی نور کو حیات
قرار دیا، لیکن آخر شہید ہوا، یعنی جسمانی لطائف کے انوار سب فانی ہے
اس لئے نہ رہا اور نام تو زندہ ہی رہا جیسے شیطانی عنصر و انفاس و عقول
ہرت و نیست ہو جاتے ہیں یعنی جہنم کا سلسلہ بھی انہی عقلوں یعنی
حسی و جزوی کے ماتحت لوگوں کے لئے آیا ہے اور بعد میں ذکریاؑ نے
درخت سے پناہ مانگا یعنی اپنے جسم میں گھس گیا اور ذکرِ آرہ کے
ساتھ وفات پا گئے۔ اب مریم کے متعلق یہ ثابت ہوا۔ مریم کی
ماں حنہ نے یعنی عقل جزوی نے مریم یعنی عقل معنوی پیدا کیا۔ جس
عقل معنوی نے عیسیٰؑ روح اللہ یعنی نورِ حقیقی کو بے پدر یعنی غیب
سے لایا جو روحانی لطائف کے نور نکلا ہے اور ہمیشہ زندہ ہے جس
نے بچپن میں ہی کلام کیا یعنی اسم ذات اپنا نام خود ہی بیان کیا
اور پھر زندہ ہی آسمان پر چلا گیا۔ مطلب آسمان کا یہ ہے کہ وہ جسم
کے باہر تحقیقات ہو رہا۔ ثابت ہوا کہ اب عقل معنوی کی بدولت
حضرت مریم نے پچھلے پیغمبروں سے زیادہ تحقیقات حاصل کیا۔
یعنی روحانی ایک درجہ کو پہنچ گئی۔ اب عقل کُلی کا تحقیقات باقی رہا۔

الغرض جتنے پیغمبروں کی تحقیقات کے متعلق یہاں تک بیان ہو
چکا ہے۔ وجود تحقیقات ثابت یہ ہوا ہے کہ سب پیغمبر نفسانی عقلوں
کے متعلق خدائی کا ثبوت دیتے آئے ہیں۔ بعض نے خاکی عنصر کو خدا
جانا بعض آبی بعض نے ناری، بعض نے بادی عنصر کو خدا جانا اسی
واسطے ان کے کتابیں یعنی توریت، انجیل، زبور اور باقی کتابوں
کی حکایات جو انہوں نے خدائی کے متعلق با وجود تحقیقات بیان
کیا ہے، ہمارے پیغمبر آخر الزماں جناب رسالتمآب حضرت محمد صلی
اللہ علیہ وسلم کے حقیقی اور روحانی ونفسانی، ظاہری و باطنی، ارضی و
سماوی تحقیقات کے پیش نظر منسوخ ہو گئے۔ کیونکہ وہ سب پیغمبر عقل
حسی و جزوی سے آگے نہ بڑھ سکے۔ ہمارے آقائے نامدارؐ نے عقل
معنوی و عقل کلی سے حق کا تحقیقات کیا اور سلسلہ پیغمبری بھی اختتام
کو پہنچادیا۔ اب حضرت محمدؐ کا تحقیقات اس طرح بیان ہوتا ہے جس کا
ذکر آگے بیان کیا جائے گا۔

آنحضرت نبی آخر الزماں صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا عموم

یٰسٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۝ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝
عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ (ترجمہ: اے سید قسم ہے قرآن باحکمت
کی بے شک آپ منجملہ پیغمبروں کے ہیں اور سیدھے رستے پر ہیں)

مکّہ کے مشرک آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نبوت کو تسلیم نہ کرتے تھے۔ کبھی تو اُن کو جادوگر تبلاتے، کبھی دیوانہ اور کبھی کاہن کہتے تھے اور کبھی فقط اِتنا ہی کہدیتے کہ لست مرسلاً۔ اِسلئے قرآن شریف میں اللہ نے جگہ جگہ اُن مشرکوں کو یقین دلانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزّت بڑھانے کے لئے آپ کی قسم کھاکر ذکر فرمایا ہے۔ تفسیر نقاس میں لکھا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی عزّت بڑھانے کے لئے آپ کی قسم کھاکر ذکر فرمایا ہے اس طرح کسی اور نبی کی نبوت کو قسمیہ ذکر نہیں فرمایا ان آیتوں میں قریش کی بات کا جواب تھا۔ اس واسطے اللہ تعالےٰ نے خالص قریش کا ذکر لِتنذر قوماً انذر آباءھم سے فرمایا ہے۔ غرض آنحضرتؐ تمام دُنیا کے مذہبوں اور مِلتّوں کے واسطے رہنما بھیجا گیا ہے۔

آنحضرت کی ولادت آپ کے والد کا نام عبداللہ تھا۔ عبداللہ بن عبدالمطلب کے انتقال کے چند مہینے بعد بارہویں ربیع الاوّل کو عام الفیل کے پہلے برس یعنی ابرہہ کی چڑھائی کے پچپن روز بعد ۴۰ سنہ جلوس کسرائی نوشیروان اور ۵۷۰ء میں آنحضرتؐ صلّی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ عبدالمطلب نے آپ کی پرورش کی قبیلہ سعد میں آپ کا زمانہ رضاعت تمام ہوا۔ آنحضرتؐ کو حضرت حلیمہ نے دودھ پلایا۔ اور جب آنحضرت صلعم چار برس کے ہوئے اور اپنے رضاعی

بھائیوں کے ہمراہ بکریوں کے چرانے کو گئے تھے تو فرشتوں نے آکر
آپ کا شکم مبارک چاک کر کے قلب کو نکالا اور اس سے ایک سیاہ
نقطہ علیحدہ کر کے قلب کو اور آنتوں کو دھویا۔ جس وقت اس واقعہ
کی اطلاع حلیمہ کو ہوئی تو وہ اس خوف سے کہ مبادا اور کوئی واقعہ
پیش نہ آئے۔ آپ کو آپ کی والدہ بی بی آمنہ کے پاس لائیں اور واقعہ
شق صدر سے مطلع کیا۔ بی بی آمنہ نے کہا کہ تم ان کو لیجاؤ یہاں کی آب وہوا
مزاج کے موافق نہ ہوگی۔ میں اس واقعہ سے ہراسان نہیں ہوئی۔ اللہ
جلہ شانہ نے ان کو بہت سی کرامتیں مرحمت فرمائیں۔ جب آپ کی عمر
چھ برس کی ہوئی تو بی بی آمنہ آپ کو مدینہ اپنے اقرباء سے ملانے لے
گئیں۔ بوقت مراجعت مقام ابوا میں بی بی آمنہ کا انتقال ہو گیا۔ اس
طرح سے آپ والد، والدہ ہر دو کی طرف سے صغر سنی میں یتیم ہو گئے
اور جب آپؐ آٹھ برس کے ہوئے تو عبدالمطلب آپ کے دادا نے وفات
پائی۔ بوقت وفات آپؐ کو پرورش کی غرض سے اپنے لڑکے ابوطالب
کے سپرد کیا۔ ابوطالب محبت پدری سے آپ کے ساتھ پیش آئے۔
زمانہ رضاعت و طفلیت میں آپ کی عجیب حالت تھی عادات جاہلیت
عرب سے آپؐ بالکل بیزار تھے۔ لڑکوں کے ساتھ نہیں کھیلتے تھے۔
اللہ نے آپؐ کو تمام عادات خبیثہ سے اپنے امان میں رکھا۔ جب آپؐ
نے تیرویں سال میں قدم رکھا تو ابوطالب کے ہمراہ شام کی طرف سفر کیا۔
بصراء کے قریب بحیرہ راہب کے صومعہ کے پاس ہو کر گذرے۔ بحیرہ زاہب
نے آپؐ میں آثار نبوت دیکھ کر اپنی قوم کو طلب کیا اور آپؐ کی

بنوت سے ان کو مطلع کیا۔ پھر دوبارہ آپ اُمّ المومنین خدیجۃ الکبریٰ
کا اسباب تجارت لے کر ہمراہ ان کے غلام میسرہ کے شام کو تشریف
لے گئے۔ نسطورا راہب کی طرف جس وقت آپ کا گذر ہوا۔ اس
نے آپؐ میں شان بنوت دیکھکر میسرہ کو آپ کے حالات سے آگاہ
کیا۔ اس نے بعد واپسی خدیجہ کو کل واقعات سے مطلع کیا۔ خدیجہؓ
نے اپنے کو آپ کی زوجیت میں دینے کا قصد ظاہر کیا۔ ابو طالب نے
آپؐ کا عقد جناب موصوفہؓ سے کر دیا۔ آنحضرتؐ کا سن مبارک اس وقت
پچیس برس کا تھا۔ جب آپ پینتیس ۳۵ برس کے ہوئے تو قریش نے کعبہ کو
منہدم کر کے از سر نو بنانا شروع کیا۔ جس وقت حجر اسود کے رکھنے
کی نوبت آئی تو آپس میں سب لڑنے لگے۔ ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ
حجر اسود کو میں اپنے ہاتھ سے رکھوں پھر کچھ سوچ سمجھ کر قریش ایک جا
ہو کر مشورہ کرنے لگے ابو اُمیہؓ نے کہا کہ بہتر ہوگا کہ پہلے جو شخص مسجد میں
داخل ہو اس کو تم لوگ اپنا حکم بناؤ۔ قریش اس امر پر راضی ہو گئے
اس اثناء میں آنحضرتؐ تشریف لائے لوگوں نے کہا کہ یہ امین ہے۔ یہ
فیصلہ کریں گے۔ آپ نے ایک کپڑے میں حجر اسود کو رکھ کر قریش سے
فرمایا کہ اس کپڑے کے کنارے پکڑ لو کسی کو کسی پر کچھ فضیلت نہ ہوگی
اور نہ کوئی جھگڑا باقی رہ جائیگا۔ چنانچہ قریش نے آپ کے کہنے سے کپڑے
کے کنارے پکڑ لئے۔ جس وقت حجر اسود اپنے مقام کے قریب پہنچا۔ آپ نے
اپنے ہاتھ سے لیکر اسکو اسکی جگہ پر رکھ دیا۔ اس کے بعد آنحضرتؐ طہارت و
عبادت میں نہایت استقلال سے کوشش فرمانے لگے۔ آپؐ کی ذات بابرکات

میں ایک اعلیٰ درجہ کا اخلاق اور صبر و فصاحت تھی۔ عالم شباب ہی میں آپ کو عبادت کا شوق تھا حضرت خدیجہ رضؓ سے کئی کئی روز کا کھانا تیار کرا کے اپنے ساتھ لیجایا کرتے تھے۔ پہاڑوں میں غار حرا وغیرہ میں آپ رات دن کئی کئی روز تک مصروف عبادت رہتے تھے اور آپ کو لوگ امین یعنی امانت دار کہا کرتے تھے۔ قبل نزول وحی آنحضرتؐ نے رویاء صالحات دیکھنا شروع کیا۔ کاہنوں اور علماء کتب آسمانی آپس میں آپ کی ظہور شان و نبوت کے چرچے و تذکرے کرنے لگے اور آنحضرت صلعم بحال عبادت تنہائی و خلوت کو زیادہ پسند فرماتے تھے۔ اکثر غار حرا میں میں تشریف لیجاتے تھے اور وہیں دو دو، چار چار شبیں متواتر عبادت الٰہی میں مصروف رہتے۔ یہاں تک کہ آپ کی ولادت کے چالیسویں برس آپ پر وحی نازل ہوئی۔ گاہے فرشتہ شہد کی مکھی کی طرح آتا تھا اور کبھی آپ پر القا ہوا کرتا تھا اور کسی وقت چادر یا اور کوئی چیز لپیٹ کر لیٹ جاتے تھے اور وحی گھنٹی کی آواز کی طرح نازل ہوتی تھی۔ اس پچھلی صورت میں آپ کو سخت تکلیف ہوتی تھی جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ وھو اشد علیّ۔ (اور وہ مجھ پر زیادہ سخت ہے) سخت جھاڑے میں آپؐ پسینے پسینے ہو جاتے تھے۔ العرض جو وحی ابتداً آپ پر غار حرا میں نازل ہوئی اقرا باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق۔ اقرا وربک الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم۔ بی بی خدیجہ رضؓ نے آپ کی باتوں کی تصدیق کی اور آپؐ پر ایمان لائیں۔ بعد اس کے آنحضرت صلعم پر نماز فرض کی گئی۔ حضرت جبرئیل عؑ آئے اور وضو کر کے بہ جمیع ارکان وافعال

نماز پڑھ کر آپؐ کو دکھایا۔ اس کے بعد شب معراج میں آپؐ مکہّ سے بیت المقدس اور پھر وہاں سے ساتوں آسمان اور سدرۃ المنتہیٰ پر تشریف لے گئے فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے پر وحی بھیجی جو وحی بھیجی معراج کا ذکر قرآن شریف کے پندرہویں پارے کے شروع میں ہے۔

نیز یہ بھی ایک روایت ہے کہ پہلی دفعہ ابتداً جب آنحضرتؐ کو وحی نازل ہوئی اسوقت آنحضرتؐ کانپ اٹھے اور گھبرائے۔ اسوقت حضرت صلعم کو حضرت خدیجہؓ نے فرشتہ ہونے کی آگاہی کی۔ یعنی خدیجہؓ نے آنحضرت صلعم کو تبلا دیا کہ یہ خدا کے طرف سے فرشتہ آیا ہے۔ یعنی خدیجہؓ نے ہی پہلے پہچان لیا۔ واللہ علم۔

مقصد یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے چالیس برس تک غار نشینی کی اور شق صدر کا ہونا حقیقت میں اپنے وجود کا تحقیقات عقل جزوی سے کیا۔ اس کے بعد جو وحی نازل ہونے کے بارے میں فرمایا وہ آنحضرت صلعم نے عقل معنوی و کلّی کی بدولت روحانی یعنی عالم لقائی کا تحقیقات کیا۔ جس کو پہلے خدیجہؓ نے یعنی عقل معنوی نے فرق کیا کہ یہ خدا کے طرف فرشتہ آتے ہیں اور یہ وحیّ نازل فرماتے ہیں۔ غرض جو ابتداء عالم و خلق آدم کے متعلق ہم نے پہلے بیان کیا ہے اسی عالم وحدت یعنی روحانی جو لقائی اور قدیم یقیناً رہے، کے کھوج ہمارے رہنما پیغمبر آخرالزمان حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلیم پورے طور پر عمل فرمایا اور ہر قدیم و موجودہ مذہبوں کی کتابوں پر فضیلت پائی۔ یعنی اس راز کے آگے

تمام مذہبوں کے پیرو ختم ہو جاتے ہیں جو راز ہمارے پیغمبر نے خدائی کے متعلق حاصل کر کے دین اسلام اور فقر فی الوہیت ہمیشہ کے لئے دُنیا و عقبیٰ کے لئے مثل آفتاب قائم رکھا ہے اور اس راستی کے سامنے باطل یعنی کُفر کے تمام عمارتیں گر جاتے ہیں۔ کُفر اُن اعمال کو کہتے ہیں جو اعمال عقل حسی و جزوی سے کرتے ہیں۔ یعنی جو نفسانی خواہشوں سے اور روح کثیف کے لئے لطف پہنچانے والی عملوں کو یعنی صورت پرستی اور خدا پرستی یا فنائی چیزوں کو خدائی قرار دینا سب اقوال و اعمال روحانی اعمال کے نزدیک کفر و شرک ہے۔

بہ تحقیق اس کے برعکس ہمارے آقائے نامدار سرورِ کائنات خاتم النبیینؐ جناب رسالتمآب حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام پیغمبروں پر اپنے ظہور حقایق کے باوجود مانندِ آفتاب ہیں۔ اور ان کے اصحابہ کیا یعنی ابوبکرؓ، عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ ظاہری و باطنی اسرار حقایق و معارف کے ستارے ہیں جن کے متعلق حقیقت یہ ثابت کرتا ہے کہ آنحضرتؐ نے معراج کے بارے میں فرمایا ہے کہ میں نے عالم غیب میں صدیقؓ کی زبان سے ندا سُنی یعنی حق کا ندا سُنا اور عمر کے متعلق عدل و حق باطل میں یعنی کفر و اسلام فناء و بقاء کے تحقیقات کے باوجود فاروقؓ یعنی فرق کرنے والا لقب فرمایا گیا اور عثمانؓ کے عہد کے متعلق جامع القرآن فرمایا گیا یعنی جس نے حق کا علم سُنکر جمع کیا اور مخلوق کو راہ راست کے لئے شمع الٰہی دکھایا۔ اور حضرت علیؓ کے متعلق

رسول اللہؐ نے اَنَا دارُ الحکمتِ وَعَلیٌ بَابُھَا ، یہ تحقیق میں حکمت کا شہر ہوں اور علیؓ دروازہ ہے یعنی میرے علم کے جاننے والے علیؓ ہیں۔ اسی طرح حقیقی اصحاب کے متعلق بھی فرمایا ہے جن کے اوصاف حقیقت یہ تبلاتا ہے کہ بلال حبشیؓ سیاہ رنگ کے تھے اور وہ مؤذن بھی تھے سیاہی کے معنی غیب یعنی عالم روحانیت سے ایک آواز اذان کی طرح غفلت سے بیدار کرنے والی ابتدا سے انتہا تک موجود ہے۔ جس آواز متعلق الست بربکم فرمایا گیا ہے۔ جس آواز کے متعلق بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے ستر سال کا حساب طلب کریگا تو میں اس سے ستر ہزار سال کا حساب لونگا کیونکہ ستر ہزار سال میں اُس نے اَلَستُ بربکم کہہ کر سب کو شور میں ڈال دیا۔ بلیٰ کہنے سے یہ تمام شور جو زمین و آسمان میں ہے شوقِ الست بربکم ہے اس کے بعد خطاب آیا کہ جواب سنو روز قیامت ہم تمہاری ہفت اندام کو ذرّہ ذرّہ کر کے ہر ذرّہ کو دیدار دکھائیں گے میں کہتا ہوں کہ یہ ستر ہزار سال کا حساب ہے اور حاصل دباقی کو ہم تیرے پاس رکھیں گے اسی آواز دائمی کو بلال کہا گیا۔ بلال روحی اُس اسرار انوار الٰہی کو کہا گیا ہے جس ہلال کے دیکھنے سے عید بن جاتی یعنی اپنے معشوق حقیقی سے موصول ہو جاتے۔ دوسرا معنی یہ بھی ہے کہ ہلال کمان کے مانند ہوتا ہے کمان سے تیر بھی چلایا جاتا ہے جو تیر حقیقت میں معشوق کے رموز و اِشارات و جلوئے جن کو دیکھ کر عاشق فنائی دُنیا سے مر کر بقائی زندگی

حاصل کرتا ہے۔ اور تیسرا مطلب ہلال کا محراب بننا بھی ہے۔ جس جگہ سب
ختم ہو جاتے ہیں یعنی عاشق معشوق کی طرف منتظر بن جاتا ہے۔ چوتھا
معنی یہ بھی ہے کہ ہلال کے ظہور کے متعلق یہ جس طرح ظلمت میں چراغ
کی بدولت اس جگہ کے تمام چیز نظر آتے ہیں۔ اسی طرح چاند سے بھی
مہینوں اور نظام فلکی کے تحقیقات حل ہو جاتے ہیں۔ حقیقت میں بھی
روحانیت کے عالم کی پہچان بھی کسی ضراب یا ندا سے معلوم اور عین الیقین
بن جاتا۔ اویسؓ سے پہلے سلمان فارسیؓ کے متعلق حقیقت یہ ہے کہ سلمان
فارسیؓ کے وصف سے سنگ فارس بھی مطلب آیا ہے۔ سنگ فارس کے
ساتھ سونے کی لاگ ہوتی ہے۔ سونے کی ملاوٹ سے یہ ثابت ہوا کہ آنکھ
میں بھی نور محمدؐ کے آثار پائے جاتے ہیں۔ جس کی روشنی سے آنکھ دیکھ سکتی
ہے۔ غرض آنکھیں دو قسم کی ہے ایک ظاہری اور ایک باطنی ہے۔ باطنی آنکھیں
روح کو عطا کی گئی ہے اس آنکھ کو سلمان فارسیؓ کہتے ہیں۔ اویسؓ کے اوصاف
میں یہ مطلب ہے کہ اویسؓ کو ہر وقت حضوری اور قرابت حاصل تھی جس
طرح ظاہر میں اویسؓ نبی صلعم کے دربار میں کبھی نہ گئے۔ مگر ہمیشہ سب لوں سے
بڑھ کر اویسؓ نے رتبہ حاصل کیا۔ یعنی سیرت کے اسرار میں اولوالابصار
ثابت ہوا۔ جو حقیقت میں انسان کا روح ہے جس کے متعلق فرمایا
اللہ تعالیٰ نے ونحن اقرب من حبل الورید ولکن لا تبصرون)
(میں تمہارے رگوں سے زیادہ تمہارے نزدیک ہے، لیکن نظروں میں نہیں
آئے گا) مطلب یہ نکلا کہ اگر انسان کے قریب ہے لیکن ذات نہیں صفات

کیونکہ روح کے متعلق فرمایا کل الروح من امر ربی و ما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔ یعنی روح امر ثابت ہوا جو صفات ہے ذات کے متعلق الرحمن علی العرش استوی۔ یعنی ذات وجود انسانی سے بعید ہے اسی لئے آنحضرتؐ نے معراج کے متعلق فرمایا کہ میں مسجد اقصی کے بلند آسمانوں کی سیر کر کے آیا۔ غرض جن کی ذکر یعنی ان اصحابیوں کی میں نے بڑے حقیقت کے تشریح کیا یہ آنحضرتؐ کے چار درجے ہیں۔ یعنی درجہ[۱] احدیت اور درجہ[۲] احمدیت اور درجہ[۳] محمدیت بھی اور چوتھا درجہ صمدیت یعنی بے نیازی ہے۔ ان درجوں کا حد علم آنحضرت صلعم نے عقل معنوی و عقل کلی کی بدولت حاصل کیا اور ہمارے لئے بھی اسی تحقیقات کے متعلق فرمایا اور حقائق و معارف کے لئے رستہ بتلایا اور تحقیق کرنے کی وعید فرمائی۔ اس وجہ سے میں نے بچپن سے ایک عرصہ دراز کے محنت و مشقت کے باوجود ان اسرار معرفت و حقائق اور نبی صلعم کے فقر کا اطلاع بہت بزرگوں کے ذریعہ پایا اور عملی تحقیقات کر کے اپنے پاس عین الیقین حاصل کیا اور بہت دوستوں کو بھی اس کے متعلق مطلع کیا اور اسی اسرار حقائق کے متعلق میں تمام فرقے کے لوگوں کو اطلاعیابی کے لئے دعوت دیتا ہوں۔ چاہے مسلمان ہو یا اہل ہنود یا اہل مسیح یا سکھ ہو، سبھوں کو میں اپنے اپنے مذہب کی رو کے متعلق اصلی حقیقی مطلب پر پہنچا دونگا۔ مسلمانوں کو الم العہد کے متعلق یعنی الست بربکم کے وعدے پر جس کی ذکر پیچھے گذر چکی، پہنچادوں گا اور عیسائیوں کو حضرت عیسیٰؑ کے یعنی

مریمؑ نے بے پدر کیا حاصل کیا، اور عیسیٰؑ کس نور کا نام ہے جو اپنی بنیاد خود ہی تبلا دیتا جس طرح عیسیٰؑ کے پیدا ہونے کے وقت عیسیٰؑ نے۔ اپنے روح اللہ ہونے کی گواہی دی تھی۔ اس کی آگاہی یعنی حقیقی عیسیٰؑ دکھاؤں گا اور ہندوؤں نے جو نقل بھگوان کا رکھا ہے اس کے برعکس ہیں نقل کے بجائے اصل یعنے دائمی راگ جو خود ہی بجتی ہے جس کو بجانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور چندر جو ہمیشہ چمکتا ہے اور کبھی غروب نہیں ہوتا اور گنگا جو ہمیشہ اپنے آپ کے پاس ہی بہتی ہے یہ تینوں راگ اور چندر اور گنگا امر یعنی حیات ہے اور اپنے پاس ہی ہے۔ ہندوؤں کو دکھاؤں گا۔ اسی طرح سکھوں کو بھی ان پانچ چیزوں سے متعلق بھی مطلع کرتا ہوں کہ جو کیس یعنے وہ کونسا بال ہے۔ کنگا، کڑا، کچھ، کرپان، کنگا کے متعلق حقیقی مطلب یہ ہے کہ وہ حقیقی زلف کو سنبھالنے کے واسطے اور جو کڑا بازوؤں میں ہمیشہ ہونا چاہیئے یعنی اس پر نظر پڑنے سے چوری اور ہاتھوں کی ہر برائی سے بچنے کے متعلق اور کچھ جو ہمیشہ پردہ پوشی اور کرپان جو دشمن کے لئے رکھا ہے۔ حقیقی معنی یہ ہے وہ بال بھی موجود ہے جو ہمیشہ اپنے سیاہی کے ساتھ چمکتا ہے اور کنگا بھی موجود ہے جو بال کو سنبھالتا ہے یعنی اس سیاہی سے انوار یعنی روشنی دکھاتا ہے۔ کڑا وہ چیز جو ہمیشہ بجتا ہے یعنی خدائی کا اظہار دیتا ہے۔ کچھ وہ ستر ہے یعنی وہ پیراہن ہے جو پہن کر شیطان بھی گم ہو جاتا ہے۔ اور کرپان وہ چھری ہے جو دشمن یعنی نفس امارہ کو سر کاٹ کر نفس لوامہ پیدا کرتا ہے اور فنا بقا کو

جُدا جُدا کرتا ہے۔ یہی مطلب ہے۔ اس کے بر عکس تمام مذاہب کے لوگوں نے اصل چھوڑ کر نقل کو اختیار کیا ہے جس کے کرنے سے سب لوگ دنیاوی خواہشوں میں پھنس گئے اور اپنے خدا سے غافل ہو گئے اور رسومات کے آگ نے سبوں کو گھیر لیا ہے اور اپنے معبود کے امور کو بھول گئے۔ عمل تو سب کرتے ہیں، لیکن نقلی، اصلی سے محروم ہیں۔

نیز میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ اگر مجھ سے کوئی غلطی ثابت ہوگی تو میں توبہ کر کے معافی مانگوں گا اور اگر فقر کے متعلق کوئی آگاہی کرے گا تو اس کے ساتھ میں اپنے تمام مرید لے کر اس قسم کا فیض حاصل کروں گا اور عمر بھر اُس کا پیرو رہوں گا۔

مشتہری اور مُصنّفہ کتاب ہذا باہم چند اُصولوں کے متعلق گفتگو کرتے ہیں۔

مشتہری:۔ رہنما صاحب آپ مجھے دُنیاوی معاملات طرزِ معاشرت و برتاؤ کے متعلق کچھ وصیت فرمایئے۔

مصنّفہ:۔ بیٹا پہلے میری ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا کہ اپنے ہاتھوں سے کمانا دوسروں کو کھلانا، اہل و عیال کے ساتھ خوش اسلوبی سے پیش آنا۔ مہمانوں، فقیروں، درویشوں، مسافروں کو پہلے تولنا یعنی ان کے اغراض نفسانی ہو یا روحانی، اسی طرح مقدور کے مطابق معذرت کے ساتھ پیش آنا۔ اگر مکار یا متکبّر ہو، تو پوری حفاظت کرنا، اگر عارف یا دانا ہو، فیض حاصل کرنا۔ اور اپنے اقربا اور ہمسایہ کے مصیبتوں کے اوقات پر ان کے شریک ہونا یعنی مقدور کے مطابق مدد کرنا اور دُنیا کو اپنی طرف متوجہ کرنا دُنیا کے طرف خود مائل نہ ہو۔

مشتہری:۔ ابا جان وہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ دُنیا کو اپنے طرف متوجہ کروں گا اور خود دُنیا کی طرف مُنہ نہ پھیروں گا۔ یہ آپ کی بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔

مصنّفہ:۔ بیٹا! یہ بہت آسان بات ہے اور آسان کام ہیں سُنو میں تم کو سمجھاؤں گا۔ دُنیا اس طرح قابو ہو جاتا ہے۔ اوّل دُنیا میں لذیذ کھانوں کا

عادی نہ ہو۔ ہمیشہ درمیانی کھاؤ جس سے بھوک کا آگ بجھ جائے
اور اسی درمیانی کھانے سے تندرست بھی رہے گا اور روپیہ پیسہ بھی
کم خرچ ہو جائے گا اور شہوات نفسانیہ بھی کم ہو جائے گا اور روحانی
قوت پیدا ہو جائے گا اور دنیاوی رنگ رسومات کے طرف دل برداشت
ہو جائے گا۔ اور کپڑے بھی درمیانی قیمت کے استعمال یعنی پہنا کرو
جن کو وقت کی پائیداری بھی ہوگی اور روپیہ پیسہ بھی پس انداز رہیگا۔
جو اوقات مصیبت یا عمر پیری میں کام آ جائے گا۔ اور حقیقی مطلب
بھی ہے کہ جو آدمی موٹے جھوٹے کپڑے پہنا کرتے ہیں۔ اُس کا جبین
ہمیشہ ندامت کے رموزات دکھاتا ہے اور اُس کا دل ہمیشہ شقاوت
قدورت سے پاک رہتا ہے اور خواہشات نفسانیہ اس پر غالب نہیں
آجاتے اور کبھی متکبر نہیں ہوتا۔ تیسری کام یہ ہے کہ روپیہ پیسہ کما کر
گھر کے مالکہ ماں ہو، یا بی بی ہو یا بہن ہو جو کوئی عورت ہو، اسی کے
حوالے کر دو اُس سے یہ پھل نکلے گا کہ وہ عورتیں جمع کرنے کی لالچ
میں کبھی تم کو دنیاوی رسومات کے بارے میں سب سے زیادہ بہتر یہ
ہی ہے کہ دُنیا کو اپنی طرف متوجہ کرنا یعنی دنیاوی رنگ و رسومات کے طرف
متوجہ نہ ہو جانا یعنی اپنی کمائی کے مطابق خرچ کرنا، اسی کمائی میں
تندرستی و بیماری کا خیال رکھنا اور اسی کمائی میں اہل و عیال کے
درمیانی اخراجات کا خیال رکھنا اور جوانی اور بوڑھاپن کا خیال رکھنا
یہ آپ کے بتائے ہوئے چند اُصول میرے دل پر نقش بر سنگ پڑ گئے

لیتے ہیں نے یہ اصول بڑے عقل مندی کے لئے ستارے چمکتے دیکھے۔

محترم رہنما صاحب اب آپ مجھے دینوی اعمال و عبادات کے بارے میں کچھ وصیت فرما لیجئے جس طرح میں بھی اپنے خالق یعنی معبود کے فرائض بجالاؤنگا اور اسرار معارف و حقائق کا مدعی بنوں گا اور معبود کے بھیدوں کا وفادار بنوں گا۔

مصنفؒ:۔ مبارک ہوش گرد! میں آپ کی اس بات پر بہت خوش ہوا، اور آپ پر بہت راضی ہوا چنانچہ آپ کو اپنے معبود کے فرائض و حقائق کے متعلق تلاش اور مجھ سے رہنمائی طلب کرتے ہو، میں اس پر بہت خوش ہوجاتا جو مجھ سے ان باتوں کے بارے طلب ظاہر کرے گا۔ اور جس کو اپنے روحانی بنیاد کی آگاہی کے متعلق ذوق و شوق غالب آجائے گا۔ اب سنو بیٹا میں آپ کو اعمال اور عبادات کے متعلق اس طرح سناؤنگا اور ان حدود تک پہنچادوں گا جو تحقیقات پیغمبروں کے مختلف عقلوں کے سہارے دریافت کیا۔ جن اعمال کا کرنا بھی یعنی بجالانا بھی ضروری ہے۔ اور اعمال چار قسم کے ہیں۔ اوّل زہد۔ زہد اس عمل کو کہتے ہیں جو وظائف و ورِدات کا سلسلہ ہے جو عمل عقل جزوی کے طلب کے باعث کی جاتی ہے اور مرنے وقت منقطع ہوجاتی ہے۔ دوم وہ عمل جو تفکرؔ سے کی جاتی یعنی فنافی الشیخ جو موجودہ پیروں، درویشوں نے عام طور پر مریدوں کو بتلایا ہے کہ صورت شیخ کا مشاہدہ کرنا حاضری یا عدم موجودگی میں معراج ہے۔ لیکن یہ عمل بھی صریحاً بت پرستی ہے نیز

صورت پرستی اور قسم کی بھی ہے جس کو عشق مجازیہ کہتے ہیں یا جو غیر عورت کے ساتھ یعنی ان کے چہروں پر بوسہ دینے کو اور برہنہ تن بستر میں لپیٹ کر مرد عورت لپیٹ جانے کو کہتے ہیں۔ یعنی صورت فانی سے تجلّی ذات دیکھنے کو کہتے ہیں یہ عمل عقل حسی کے خواہش کے مطابق کی جاتی جس میں حق باطل حلال وحرام کی کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ عمل بھی عامل کو جہنم میں رسید لائے گا۔

تیسری عمل ذکر و اذکار سے اپنے دلوں کو صاف کرنا جس طرح آنحضرت صلعم کو سینہ کھولکر فرشتوں نے شق صدر کیا۔ اسی طرح ہر مومن کو ذکر واذکار سے اپنے وجودی دل دھونا ضروری ہے جس کو علم تصوّف میں سلوک کہتے ہیں لیکن سالک کو بھی بعض امورات میں شرک لازم آتا ہے جہاں سالک حفظ نفس کر کے لطائف کے انوار دیکھتے ہیں اور اسی نور کو نور ذات قرار دیتا ہے۔ وہاں بھی سالک کو شرک لازم آتا ہے اور جس امر میں ذکر کے وقت سالک کو حفظِ نفس کر کے زبان مُنہ کے اوپر والی حصّہ کو لگ جائے وہاں بھی سالک کو کفر و شرک، لازم آتا۔ لہذا سالک ان امور کا خیال رکھے۔

اصل مطلب یہ ہے کہ ذکر واذکار کے وقت جسم کے ہر عضو سے وحدانیت وقدرت کی گواہی لینی چاہیے۔ جس سے روحانیت کی طرف روح زیادہ مائل اور قوت حاصل کرتا ہے۔ جو کام اور تحقیقات عقل معنوی کا مطلب ہے۔

چوتھے درجہ کی اعمال جسم کے باہر عالم روحانیت کے

ساتھ روح کو وابستہ کرنا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ جسم سے روحانیت تک روح کو پہنچا دینا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب آواز الست بربکم اور لحنِ داؤدی اور سماع روح کے سمیع میں آ جائے گا۔ اور روح اس مقام پر غرق استغراق ہو جائے گا پھر جسم معہ روح کثیف یعنی شیطان مردہ جسم کی طرح بلا حرکت و بلا فکر روحِ لطیف کے ساتھ ہی بقاء کی طرف متوجہ ہو جائے گا اور ہمیشہ کے لئے زندہ رہے گا۔ یعنی حیات ابدی حاصل کریگا جس طرح قرآن میں اصحاب کہف کے بارے میں فرمایا ہے کہ اُن کے ساتھ کتا بھی غار میں داخل ہوا، اور انہوں نے حیات ابدی پائی۔ حدیث شریف بھی اس کے متعلق فرمایا گیا۔ مُوتو قبل انت مُوتو حیّ لا یموت:۔ (ترجمہ:۔ مرو مرنے سے پہلے پھر زندہ رہو گے) غرض اسی اعمال کو مقام رضاء اور بقا باللہ بھی کہتے ہیں اور معراج کا مقام بھی یہی ہے۔ اس مقام تک پہنچنے کی بابت آنحضرت صلعم نے فرمایا جو مجھ پر فرض ہوا وہ میرے اُمّت پر بھی فرض ہے۔ جس کے نہ کرنے کے لئے مجھے حکم ہوا یعنی جس عمل کا منع ہوا وہ میرے اُمّت کو بھی حرام کر دیا گیا۔ اس لئے ہر مومن کو چاہیئے کہ اپنے آقا کے ظاہری و باطنی رموزات پہچاننے کی تلاش رہبر کامل کے پاس اپنا سر ڈال دیں۔ تاکہ ان اسرار حقائق کی آگاہی حاصل کریں۔

منجانب مشتہر

میں نے گلکار صاحب سے کشمیری زبان میں یہ کلام حاصل کر کے اپنے چند برادران عبدالرحمان وانی و غلام قادر ملک اور علی محمد صوفی سے مدد لے کر رسالہ کلید لدنی عام فہم اردو میں رقم کر کے ۲۰ رمضان المبارک روز چہارشنبہ ۱۳۸۵ھ وقت چاشت بمقام گھندورہ غریب خانہ خود میں اختتام کو پہنچا دیا۔ الٰہی اس کو قبول فرمادیں۔

الحمد للہ رب العالمین ٥

اللّٰھم اختم لنا بالخیر و سعادتہ آمین۔

غلام حسن سیلا ساکنہ بچھوارہ ڈلگیٹ

مترجمہ انگریزی:

منشی جلال الدین ساکنہ ڈلگیٹ سرینگر